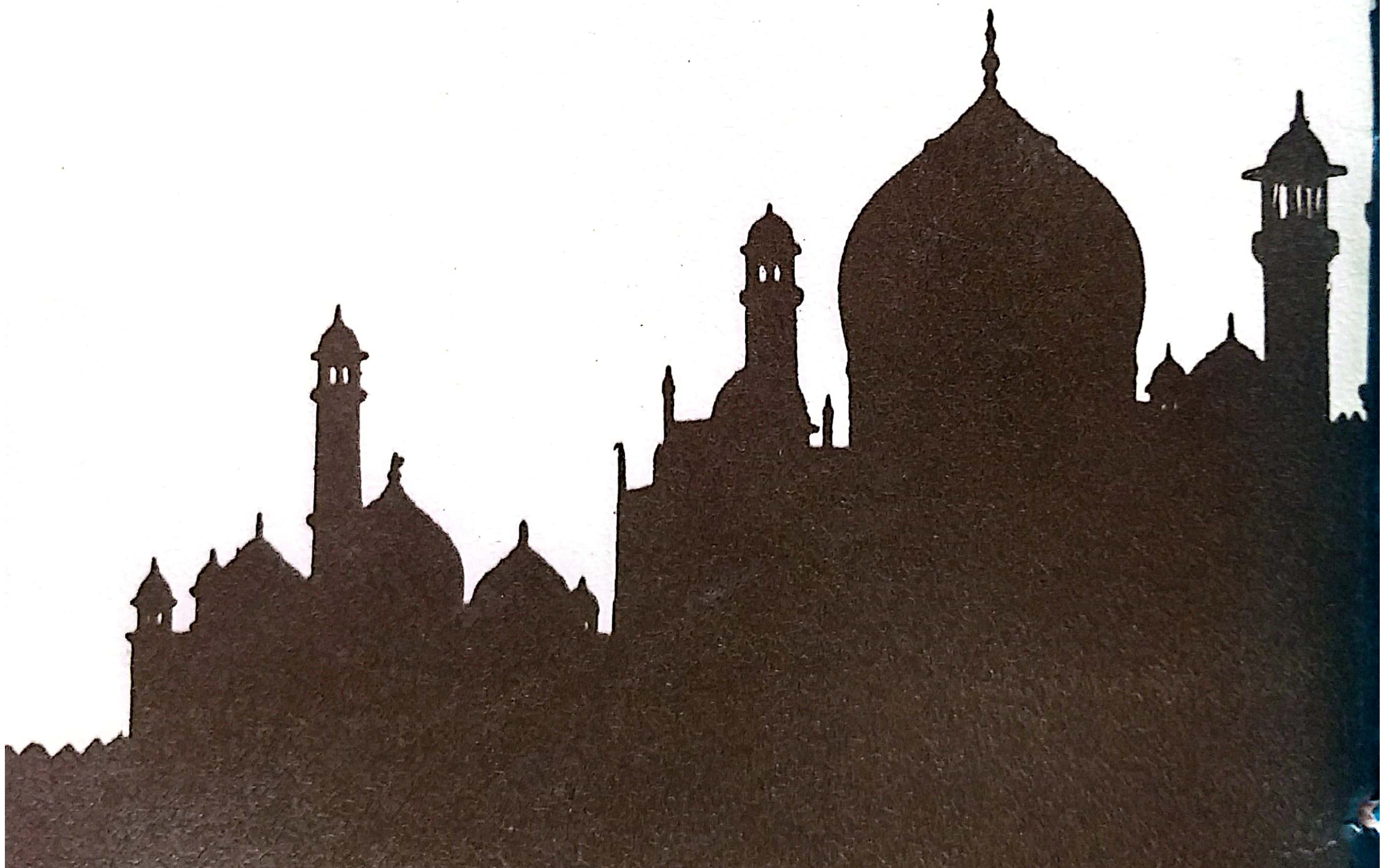
سہرورد

سلسلۂ تنویرِ تصوف



زیر نگرانی :

حضرت صوفی **ابو نصیر محمد نذیر غوری** سہروردی

ثم لاہوری دائم برکاتہم

مقالہ نگار حضرات سے التماس

- سُہروردمیں تصوف کے مسائل ومضامین کے علاوہ علوم قرآن وحدیث اور فلسفہ پر اسلامی نقطۂ نگاہ سے مقالات شائع کئے جاتے ہیں۔
- مقالاجات ٹائپ شدہ یا خوشخط لکھے ہوتے ہوں اور ان کی ضخامت بیس پچیس صفحات سے زائد نہ ہو۔
- حوالہ جات وحواشی ضروری تفاصیل کے ساتھ آخر میں دیئے جائیں۔
- فاؤنڈیشن کی طرف سے مقالہ نگار حضرات کی خدمت میں ۱۰ مطبوعہ نقول پیش کی جائیں گی۔
- سال بھر شائع شدہ مقالہ جات میں سے دو مقالوں کو ایوارڈ دیا جائے گا۔ جن میں سے ایک چالیس ۴۰ سال سے زیادہ اور ایک چالیس ۴۰ سال سے کم عُمر محقق کے لئے مخصوص ہوگا۔
- علمی کتابوں پر تبصرے کے لئے مدیر "سُہرورد" کو دو نُسخے ارسال کئے جائیں

مدیر، سُہرورد
سُہروردیہ فاؤنڈیشن

سلسلۂ تصوف

سہرورد

سلسلہ نمبر ۶

بیاد گار

اسوۃ الواصلین حضرت شرف الدین المعروف بابا جنگو شاہ قلندر قدس سرہٗ

حجۃ الکاملین حضرت میاں غلام محمد سہروردی قدس سرہٗ

مجدد سلسلۂ سہروردیہ حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی قدس سرہٗ

زیرِ نگرانی

حضرت محمد نذیر غوری سہروردی ثم لاہوری دام برکاتہم

قیمت = ۱۰/ روپے

سالانہ چندہ (بمع ڈاک خرچ) = ۵۰/ روپے

فہرست مطالب

محل نشر: سہروردیہ فاؤنڈیشن۔ ۱۱۵ میکلوڈ روڈ لاہور۔ ۶ فون ۲۲۲۷۸۴ / ۲۲۲۵۲۲

- ✿ سہرورد
- ✿ کتابت : عبدالجبار
- ✿ مطبع : گرافک الیون
- ✿ صفحہ بندی : محمد اعجاز
- ✿ خوشنویسی عنوان سہرورد : سید اویس علی سہروردی
- ✿ خوشنویسی فہرست مطالب : ہاشم الاعظمی (فیضان پرویں)
- ✿ محل نشر : سہروردیہ فاؤنڈیشن - ۱۱۵ میکلوڈ روڈ لاہور - ۶

۲۲۲۷۸۴ / ۲۲۲۵۲۲ - ✆

تاریخ نشر : اپریل - جون

گفتگو

بسمہ تعالیٰ

شمارہ پنجم کی پذیرائی جس انداز سے علمی حلقوں میں کی گئی ہے۔ اس کے لئے ہم ان تمام بزرگوں اور دوستوں کے ازحد شکر گزار ہیں۔ جنھوں نے اس سلسلے میں ہماری ہمت افزائی فرمائی ہے۔

سہروردیہ فاؤنڈیشن اور مجلہ سہروردکو منظر شہود پر آئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ علمی وسائل کی کمی کی وجہ سے ابھی تحقیقی کاموں میں پختگی اور تیز رفتاری پیدا نہیں ہوسکی۔ اس کا ہمیں شدت سے احساس ہے۔ اس سلسلے میں ایک لائبریری بنام "شیخ الشیوخ لائبریری" کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ جس میں صرف تصوف سے متعلقہ کتب عمومی طور پر اور سلسلہ سہروردیہ سے متعلق کتب کو خصوصی طور پر جمع کیا جائے گا تاکہ تصوف اور سلسلہ سہروردیہ پر تحقیق کرنے والے محققین کو ایک جگہ مواد میسر آسکے۔

اس سلسلے میں اہل علم حضرات سے گذارش ہے کہ ہماری رہنمائی فرمائیں۔ ان کتب سے متعلقہ معلومات ہمیں ارسال فرمائیں، جو مندرجہ بالا موضوعات سے متعلقہ ہوں تاکہ انہیں خرید کر لائبریری میں رکھا جاسکے۔ اس کے علاوہ ایسی کتب کی فوٹو کاپی ارسال فرمائی جاسکتی ہے، جو نایاب ہوں۔ اس کے لئے فاؤنڈیشن خرچہ فوٹو کاپی و ڈاک خرچ برداشت کرے گی۔

اللہ ولی و غنی کی رحمتوں کا محتاج

سید اویس علی سہروردی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از درد فراق آن صنم چہ کنم
وز درد نشستہ در تن چہ کنم
میگوئی با تو آمیزم و آمیختہ ام
در عین حضوری وصالم چہ کنم

من کلام سید محمد گیسو دراز

المتوفی سنہ ۸۲۵ھ گلبرگہ شریف

کتبہ العبد نفیس الحسینی غفر اللہ لہ
۱۳۹۶ھ

زبدۃ الخطاطین حضرت سید انور حسین نفیس رقم سیالکوٹی

۱۹۳۳ء میں پیدا ہوئے۔ خطاطی کی ابتدائی تعلیم اپنے والدِ محترم سید اشرف علی زیدی مدظلہٗ سے حاصل کی۔ ۱۹۵۲ء میں لاہور تشریف لائے اور جناب زریں رقم سے مزید کسبِ فیض کیا۔ آجکل جامعہ مدنیہ لاہور میں تشریف فرما ہیں اور فن کو بامِ عروج پر پہنچانے کی مزید سعی فرما رہے ہیں۔ اس چشمہ فیض سے تشنگان و پرستارانِ فن اپنی تعلب نظر کی تسکین کا سامان کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الذکر المیمون ترجمہ سر فر المخزون

مؤلفہ حضرت شاہ ولی اللہؒ • مترجمہ عاشق الٰہی

ہمارے پیغمبر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب، ابن ہاشم ابن عبد مناف ابن قصیؒ ابن کلاب ابن مرہ ابن کعب ابن لوی ابن غالب ابن فہر ابن مالک ابن نضر ابن کنانہ ابن حزیمہ ابن مدرکہ ابن الیاس ابن مضر ابن نزار ابن مُعد ابن عدنان۔ یہاں تک آنحضرتؐ کا نسب متفق علیہ ہے اور اس کے اوپر حضرت آدم علیہ السلام تک سلسلہ کے ناموں میں بہت اختلاف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہؓ ہیں بنت وہب ابن عبد مناف ابن زہرہ ابن کلاب ابن مرہ (یعنی چھٹی پشت کلاب پر آپ کا سلسلہ پدری و مادری مل جاتا ہے) آپ کی پیدائش کا دن ماہ ربیع الاول کا دوشنبہ محقق ہے اور سال وہ تھا جس میں اصحاب فیل کا واقعہ پیش آیا مگر تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک دوسری تاریخ تھی۔ بعض کے نزدیک تیسری اور بعض کے نزدیک بارہویں۔ ان کے علاوہ دوسرے اقوال بھی ہیں۔ شب ولادت میں کسریٰ شاہ فارس کے محل کو زلزلہ آیا کہ اس کی آواز لوگوں نے سنی اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے (جو علامت تھی کہ اس سلطنت میں تزلزل کا وقت آگیا اور چودہ حکمران ہونے پر یہ سلطنت ختم ہو جائے گی) فارس کی آگ (جس کی وہ لوگ پرستش کیا کرتے تھے) بجھ گئی جو ایک ہزار برس سے روشن تھی۔ اور (یہ علامت تھی کہ معبودان باطلہ آپ کی بدولت نگوں سار و معدوم ہونے والے ہیں) اور چشمۂ ساوہ سوکھ گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا حلیمہ دختر ابی ذویب نے اور حلیمہ ہی کے پاس آپ کا شق صدر ہوا کہ سینۂ مبارک کو فرشتوں نے شگاف دے کر علم و ایمان سے بھر دیا اور جس حصہ میں شیطان اثر کرتا ہے۔ اس کو نکال دیا۔ نیز آپ کو دودھ پلایا ابولہب کی کنیز ثُوبیہ نے اور پرورش کیا حضرت ام ایمن حبشیہ نے کہ ان کا نام برکہ تھا اور وہ آپ کو ترکۂ پدری میں ملی تھیں جب آپ بڑے ہوئے تو ان کو آزاد فرمایا۔ اور زید بن حارثہؓ سے ان کا نکاح کر دیا تھا۔ آپ کے والد عبد اللہ کا انتقال ہو گیا اور انحالیکہ آپ بطن مادر میں تھے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ اس وقت

طفل دو ماہہ تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کی عمر اس وقت ڈیڑھ سال چار ماہ تھی۔ اور آپ کی والدہ کا انتقال ہوا۔ جبکہ آپ کی عمر چار سال کی تھی اور بعض کے نزدیک چھ سال کی۔ تب آپ کے دادا عبدالمطلب آپ کی پرورش کے متکفل ہوئے۔ جب آپ کی عمر شریف آٹھ سال دو ماہ دس دن کی ہوئی تو عبدالمطلب کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد آپ کی پرورش کے متکفل آپ کے چچا ابوطالب ہوئے اور جب آپ کی عمر بارہ سال دو ماہ دس یوم کی ہوئی تو ابوطالب کے ہمراہ بسوئے شام سفر میں روانہ ہوئے۔ جب شہر بصریٰ پہنچے تو آپ کو بحیرا راہب نے دیکھا اور اصل علامت سے، جس کو وہ پہلے سے جانتا تھا، پہچانا اور کہا کہ یہی پروردگار عالم کے وہ رسول ہیں جو دنیا جہان کے لئے رحمت بن کر مبعوث ہوں گے کیونکہ اے قافلہ والو جس وقت تم یہاں پہنچے ہو تو کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ تھا، جو سجدہ میں نہ گر گیا ہو اور پتھر درخت بجز اللہ کے کسی کو سجدہ نہیں کیا کرتے اور یہی علامت اس کو اپنی کتابوں میں دستیاب ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس نے ابوطالب سے کہا کہ اگر ان کو بسوئے شام لے جاؤ گے تو یہودی ان کو ضرور قتل کر دیں گے۔ لہٰذا ابوطالب وہیں سے مکہ لوٹ آئے۔ اس کے بعد دوسری مرتبہ آپ نے خدیجہ کے غلام میسرہ کے ہمراہ عقد نکاح سے قبل بغرض تجارت ملک شام کا سفر کیا اور جب شام میں داخل ہوئے تو ایک راہب کے صومعہ کے قریب ایک درخت کے سایہ میں قیام فرمایا۔ اس راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے تو بجز پیغمبر کے کسی نے بھی قیام نہیں کیا۔ ہو نہ ہو یہ پیغمبر آخر الزماں ہیں۔ میسرہ کہا کرتے تھے کہ جب دوپہر ہوتی اور گرمی شدت پکڑتی تو دو فرشتے نازل ہوتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کر لیا کرتے تھے۔ جب آپ اس سفر سے واپس ہوئے تو حضرت خدیجہ بنت خویلد سے آپ نے نکاح کیا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف پچیس سال دو ماہ دس یوم تھی اور اس کے علاوہ دوسرے اقوال بھی ہیں اور جب آپ کی عمر شریف پینتیس سال کی ہوئی تو تعمیر کعبہ میں شریک ہوئے اور حجر اسود اس کی جگہ اپنے دست مبارک سے رکھا۔ جس وقت عمر شریف چالیس سال ایک روز کی ہوئی تو حق تعالیٰ نے آپ کو نبوت بخشی اور انذار و بشارت کی خدمت سپرد فرمائی کہ جبریلؑ غارِ حرا میں آئے اور کہا کہ اقرا، یعنی پڑھو۔ آپ نے فرمایا۔ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبریلؑ نے مجھ کو اتنا بھینچا کہ میری مشقت انتہا کو پہنچ گئی۔ اس کے بعد چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھو۔ میں نے پھر کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جبریلؑ نے پھر بغل میں لے کر مجھ کو بھینچا اور پھر چھوڑ کر تیسری بار کہا کہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ بعض اقوال کے مطابق

ابتداء وحی کا یہ دن دوشنبہ تھا ۸ ربیع الاول۔ اس کے بعد آپ نے حکم خداوندی کا باآواز بلند اظہار کیا اور پیام حق پہنچایا اور قوم کی خیر خواہی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا مگر اہل مکہ نے غلبۂ بے عقلی سے آپ کی ایذا پر کمر باندھی اور آپ کو شعب میں محصور کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ کم تین سال وہاں محاصرہ میں رہے اور اس وقت آپ کی عمر شریف انچاس سال کی تھی۔ اس قصہ کے آٹھ ماہ اکیس یوم بعد ابوطالب کا انتقال ہو گیا اور ان کے تین دن بعد حضرت خدیجہؓ نے وفات پائی۔ یہ سال عام الحزن (غم کا برس) کہلایا۔ جب عمر شریف پچاس سال تین ماہ کی ہوئی تو خدمت مبارک میں نصیبین کے جنات آئے اور اسلام لائے۔ اور جب عمر شریف اکیاون سال نو ماہ کی ہوئی تو حق تعالے نے آپ کو معراج نصیب فرمائی کہ اول زمزم و مقام ابراہیم کے درمیان سے آپ کو فرشتے اٹھا کر بسوئے بیت المقدس لے گئے اور وہاں براق حاضر کیا۔ آپ براق پر سوار ہو کر بسوئے افلاک پہونچائے گئے اور وہاں نماز پنجگانہ فرض کی گئیں۔ جب عمر شریف ترپن سال کی ہوئی تو مکہ چھوڑنے کا آپؐ کو حکم ہوا اور ۸ ربیع الاول مکہ سے بسوئے مدینہ ہجرت فرمائی۔

یوم دوشنبہ مدینہ میں داخل ہوئے اور وہاں دس سال اقامت فرما کر وفات پائی۔ تاریخہائے مذکورہ میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ جو بڑی کتابوں سے معلوم ہوں گے۔ اس مدت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس اور بقولے ستائیس غزدے فرمائے کہ جنگ ان میں صرف سات کے اندر ہوئی یعنی بدر، احد، خندق، بنی قریظہ، بنی المصطلق، خیبر، طائف اور بروایتے وادی القریٰ غابہ اور بنی نضیر میں بھی جنگ ہوئی اور بعوث یعنی کسی طرف اسلامی لشکر کی روانگی، جس میں خود تشریف نہیں لے گئے، پچاس کے قریب ہیں۔ فرضیت حج کے بعد آپ نے ایک مرتبہ حج کیا۔ اور اس سے قبل دو مرتبہ حج ادا فرما چکے تھے۔ حجتہ الوداع کے لئے سر میں کنگھا کر کے اور جسم اطہر کو روغن و خوشبو مل کر دولت کدہ سے بیوم شنبہ باہر تشریف لائے اور روانہ ہو کر ذوالحلیفہ میں قیام فرمایا۔ وہاں شب گزاری اور فرمایا کہ رات ایک آنے والا میرے رب کی طرف سے آیا اور کہا کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھو اور کہو عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ یعنی حج و عمرہ دونوں کی نیت کرو کہ جس کا نام قران ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا احرام باندھا اور بیوم یک شنبہ بوقت صبح کداء کی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے اور طواف قدوم کیا کہ تین شوط میں لپک کر چلے کہ جس کو رمل کہتے ہیں اور چار شوط میں آہستہ اصلی رفتار پر چلے۔ اس کے بعد باہر نکلے بجانب صفا اور

پہنچ وادی ہیں کہ اس کو میلین اخضرین محیط میں سواری کو دوڑایا۔ اس کے بعد جو لوگ ہدی ساتھ نہ لائے تھے۔ ان کو حکم دیا کہ حج کی نیت فسخ کریں اور عمرہ پورا کریں اور حجون یعنی محلات مکہ کے پہاڑ کی جانب بالا میں قیام فرمایا۔ جب یوم ترویہ یعنی ۸۔ ذی الحجہ ہوئی تو بسوئے منیٰ روانہ ہوئے ظہر وعصر ومغرب وعشا کی نمازیں وہاں پڑھیں اور شب گزاری اور نماز فجر ادا کی۔ جب آفتاب طلوع ہوا تو بجانب عرفات روانہ ہوئے۔ آپ کے پہونچنے سے قبل وادی نمرہ میں جو وادی عرفات کا کنارہ ہے۔ آپ کے خیمہ نصب کر دیا گیا تھا۔ اس خیمہ میں آپ نے قیام فرمایا اور جب آفتاب ڈھلا تو خطبہ پڑھا اور ظہر وعصر جمع فرما کر ایک اذان اور دو تکبیر سے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد موقف یعنی وادی عرفات کے وسط میں جبل الرحمۃ کی جانب روانہ ہوئے اور وہاں برابر دعا و تہلیل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوا۔ اس وقت بسوئے مزدلفہ روانہ ہوئے۔ اور وہاں شب گزاری اور نماز فجر پڑھی۔ پھر مشعر الحرام یعنی جبل قزح میں وقوف فرمایا۔ یہاں تک کہ خوب روشنی پھیل گئی۔ اس وقت قبل طلوع شمس بسوئے منیٰ روانہ ہوئے اور جمرۃ العقبہ کی سات کنکری سے رمی کی اور پھر ایام تشریق میں روزانہ تینوں جمرات کی سات سات کنکریوں سے پیدل رمی فرماتے رہے کہ زمین نشیب یعنی خیف کے متصل جو جمرہ ہے۔ اس سے ابتدار فرماتے اور اس کے بعد جمرہ وسطیٰ کی رمی کرتے اور پھر جمرہ عقبہ کی۔ اور جمرہ اول وثانیہ کے پاس دیر تک دعا مانگتے تھے۔ اول دن رمی جمرہ عقبہ کے بعد ایام منیٰ کے پہلے دن اونٹ قربانی کئے اور بسوئے مکہ روانہ ہوئے۔ سات شوط طواف کے پورے فرما کر سقایہ پر تشریف لائے۔ جہاں آب زمزم جمع کر دیا جاتا ہے۔ وہاں سے آب زمزم لے کر پیا اور پھر منیٰ واپس آئے جب ایام تشریق کا تیسرا دن ۱۲۔ ذی الحجہ ہوا تو کوچ کیا اور محصب میں قیام فرمایا۔ وہیں حضرت عائشہؓ کو حکم کیا کہ تنعیم سے احرام باندھ کر عمرہ پورا کریں۔ اس کے بعد لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور سب حضرات طواف وداع کر کے مدینہ واپس ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کل چار عمرے کئے اور چاروں ذیقعدہ میں واقع ہوئے۔

بیان حلیہ شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قد متوسط اور رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ ہر دو شانہ کے درمیان فصل تھا (یعنی سینہ چوڑا تھا) بال آپ کے کان کی لو تک رہتے تھے۔ بڑھاپے تک آپ نہ پہونچے

تھے۔ سر و داڑھی میں تقریباً بیس بال سپید تھے۔ چمک دار۔ روئے مبارک مثل شب چہار دہم چمکتا تھا۔ تن حسین اور بدن معتدل تھا۔ اگر خاموش ہوتے تو آپ پر مہابت و بزرگی ظاہر ہوتی اور بات کرتے تو لطف و نزاکت ظاہر ہوتی تھی۔ کوئی دور سے آپ کو دیکھتا تو جمال و نزاکت ادراک کرتا اور نزدیک سے دیکھتا تو ملاحت و شیرینی پاتا۔ آپ شیریں گفتار تھے۔ کشادہ پیشانی، ابرو باریک، و دراز تھیں اور باہم پیوستہ نہ تھیں۔ بینی دراز، رخسارہ نرم، کشادہ دہان، دندان کشادہ و روشن دو شانہ کے درمیان مہر نبوت۔ آپ کا وصف بیان کرنے والا کہا کرتا تھا کہ حضرتؐ کی مثل نہ حضرتؐ سے پہلے کوئی دیکھا نہ بعد میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا نام محمدؐ ہے۔ احمدؐ ہے۔ ماحی ہے کہ حق تعالےٰ میرے ذریعہ کفر کو محو فرمائے گا اور حاشر ہے کہ سب سے پہلے میں محشور ہوں گا اور عاقب ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور دوسری روایت میں مقفی اور نبی التوبۃ اور نبی الملحمۃ اور نبی الرحمہ بھی نامہائے مبارک آئے ہیں اور حق تعالےٰ اننے بشیر، نذیر، رؤف، رحیم، رحمۃ اللعالمین، محمد، احمد، طٰہٰ، یٰسین، مزمل، مدثر، عبد، عبداللہ اور منذر کے ناموں سے آپ کو پکارا ہے اور علماء نے آپ کے دیگر اسماء بھی ذکر کئے ہیں اور یہ سب نام آپ کی صفات کے بیان ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے آپ کے اخلاق کی بابت سوال ہوا تو فرمایا کہ آپ کا خلق قرآن تھا کہ قرآن کے ناراضی و غصہ کے موافق غصہ میں آتے اور خوشنودئ قرآن کے موافق خوشنود ہوتے تھے اور اپنے نفس کے لئے کسی پر غصہ نہ فرماتے اور نہ اپنے نفس کا کسی سے انتقام لیتے لیکن جب حقوق اللہ میں سے کوئی حق ضائع کیا جاتا تو اللہ کے واسطے سے اس سے انتقام لیتے تھے اور جب غصہ ہوتے تو کوئی آپ کے غصہ کی تاب نہ لا سکتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ شجاع، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ کریم تھے۔ کبھی نہیں ہوا کہ کسی نے سوال کیا ہو اور آپ نے فرمایا ہو کہ میں نہیں دیتا۔ دولت کدہ میں شب کو کوئی دینار یا درہم نہ رہتا تھا اور اگر اتفاق سے کوئی رہ جاتا اور کوئی نہ ملتا کہ اس کو لے لے اور رات ہو جاتی تو دولت کدہ میں ہرگز داخل نہ ہوتے۔ جب تک کہ اس سے بری الذمہ نہ ہو جاتے، اور مستحقین کو اسے پہونچا نہ دیتے۔ عطائے خداوندی یعنی بیت المال کے مال سے بجز اہل و عیال کی ایک سال کی قوت کے کبھی کچھ نہ لیتے اور وہ بھی ارزاں تر جنس مثل کھجور و جو۔ اس کے بعد اس قوت کو بھی اہل و عیال میں سے ایثار فرماتے اور دوسروں پر خرچ کر دیتے یہاں تک کہ اکثر سال کے ختم ہونے سے پہلے ہی قوت کی حاجت ہوتی تھی۔ آپ سب سے زیادہ راست

گفتار تھے بات کہنے میں ۔ اور سب سے زیادہ باوفا تھے عہد میں اور سب سے زیادہ نرم تھے خصلت میں اور نیکو ترین تھے صحبت میں ۔ سب سے زیادہ بُردبار اور پردہ نشین دختر ناکتخدا سے زیادہ شرمیلے ، ہمیشہ زمین کی طرف نظر رکھنے والے کہ آسمان کی طرف نظر کرنے کی بہ نسبت آپ کی نظر زیادہ تر زمین کی طرف رہتی تھی ۔ اکثر آپ کا دیکھنا گوشۂ چشم سے ہوتا تھا ۔ تواضع میں سب سے بڑھے ہوئے تھے کہ جو بھی دعوت کرتا اس کی دعوت قبول فرما لیتے ۔ خواہ غنی ہوتا یا فقیر اور حر ہوتا یا غلام ۔ اللہ کی مخلوق پر سب سے زیادہ شفقت رکھنے والے تھے کہ بلی کے لئے برتن ٹیڑھا کر دیتے اور جب تک وہ سیراب نہ ہو جاتی ۔ اس کو غایت شفقت کے سبب اٹھاتے نہ تھے ۔ سب میں زیادہ عفت مآب تھے کہ شہوات و لذات دنیا آپ کے نفس مبارک پر غالب نہ آتی تھیں ۔ اپنے اصحاب کی سب میں زیادہ عزت و لحاظ فرمانے والے تھے کہ کبھی ان میں بیٹھ کر جبکہ جگہ تنگ ہوتی ، پائے مبارک دراز نہ فرماتے ۔ آپ کا زانو کبھی پاس بیٹھے ہوئے کے زانو سے آگے نہ ہوتا ۔ جو کوئی آپ کو دفعتاً دیکھتا تو ہیبت کھاتا اور جب پاس اٹھتا بیٹھتا تو محبت میں سرشار ہو جاتا ۔ آپ کے صحابہ غٹ کے غٹ آپ کے اردگرد ہوتے ۔ جب آپ کچھ فرماتے تو سب چپ رہتے کہ ارشاد والا سنیں اور اگر کسی کام کا حکم کرتے تو سب لپکتے اور تعمیل کو دوڑتے ۔ جس کسی سے بھی آپ ملتے ، اس کو سلام میں ابتدا کرتے اور ملاقات صحابہ کے لئے لباس اور کنگھے وغیرہ سے زینت فرماتے ۔ صحابہ کی خبر رکھتے اور ان کو پوچھتے رہتے ۔ پس اگر کوئی بیمار ہوتا تو عیادت کرتے اور سفر میں گیا ہوتا تو اس کے لئے دعا کرتے اور مر جاتا تو انا للہ پڑھتے اور پھر دعائے مغفرت فرماتے ۔ کسی کے متعلق معلوم ہوتا کہ پریشان ہے تو اس کے پاس جاتے اور حال دریافت فرما کر تسلی دیتے ۔ اپنے صحابہ کے باغات کی طرف جاتے اور ان کی ضیافت کھاتے ۔ شرفائے قوم کے قلوب کی استمالت فرماتے اور اہل فضل کی عزت فرماتے اور یوں تو خندہ روئی میں کسی سے بھی دریغ نہ فرماتے تھے ۔ عذر کرنے والے کا عذر قبول فرماتے ۔ سچ بات کہہ دینے میں توانا و ناتواں آپ کے نزدیک یکساں تھے ۔ کسی کو اپنے پس پشت چلنے کی اجازت نہ دیتے اور فرماتے کہ میری پشت فرشتوں کے لئے چھوڑ دو ۔ جب خود سوار ہوتے تو کسی کو اپنے ہمراہ پاپیادہ چلنے نہ دیتے یہاں تک کہ اس کو بھی سوار کر لیتے اور اگر وہ سوار ہونے سے انکار کرتا تو فرماتے کہ اچھا مجھ سے آگے چلو اور مقام مطلوب پر مجھ سے پہلے پہونچ لو ۔ جو حضرتؐ کا خادم ہوتا ۔ آپؐ اس کی خدمت کرتے ۔ آپؐ کی غلام اور کنیزیں سبھی تھیں مگر کھانے پہننے میں آپؐ نے کبھی ان سے زیادتی

اور امتیاز نہ فرمایا۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے تقریباً دس سال حضرتؐ کی خدمت کی۔ قسم ہے خدا کی کہ حضر و سفر میں جب حضرتؐ کے ساتھ ہوا تو جتنی خدمت میں نے حضرتؐ کی۔ اس سے زیادہ خدمت حضرتؐ نے میری کی اور اس مدت دہ سالہ میں آپؐ نے مجھ کو کبھی اف یا کوئی کلمہ تنگ دلی و ناخوشی کا نہیں کہا۔ کوئی غلطی میں نے کی تو کبھی نہ فرمایا کہ کیوں کی؟ اور کوئی کام نہ کیا تو کبھی نہ فرمایا کہ فلاں کام کیوں نہ کیا۔ ایک مرتبہ آپؐ سفر میں تھے اور بکرے کے صاف کرنے کا حکم فرمایا۔ ایک صحابی نے کہا کہ اس کا ذبح کرنا میرے ذمہ۔ دوسرے نے کہا کہ کھال کھینچنا میرے ذمہ۔ تیسرے نے کہا کہ پکانا میرے ذمہ۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہیزم سوختنی کی فراہمی میرے ذمہ۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضرت کی جگہ یہ کام بھی ہم ہی انجام دیں گے۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں جانتا ہوں کہ تم میرے بدلے اس کو بھی کر سکتے ہو لیکن مجھے گوارا نہیں کہ امتیازی شان رکھوں اور تم پر بلندی چاہوں حق تعالےٰ کو بندے کی یہ خصلت ناپسند ہے کہ وہ اپنے اصحاب میں ممتاز بن کر رہے۔ اس کے بعد کھڑے ہو گئے اور لکڑیاں جمع فرمائیں۔ ایک بار آپؐ سفر میں تھے۔ سانڈنی سے اتر کر نماز کی طرف چلے۔ دفعتہً واپس ہوئے۔ صحابہ نے پوچھا کہ کہاں تشریف لے چلے؟ فرمایا کہ ذرا اپنے اونٹ کا پاؤں باندھ دوں کہ چل نہ دے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ہم باندھ دیں گے۔ آپ تکلیف نہ فرماویں۔ فرمایا کہ کسی انسان سے مدد چاہنی زیبا نہیں۔ اگرچہ مسواک کے ٹکڑے ہی کی کیوں نہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے بیٹھتے ذکر اللہ فرماتے اور جب کسی مجلس تک پہونچتے، تو ختم مجلس پر ہی بیٹھ جاتے اور صدر مجلس کا قصد نہ کرتے اور اسی کا مسلمانوں کو امر فرماتے تھے۔ ہم نشینوں میں ہر ایک کو اس کا حصہ فرماتے یعنی ہر شخص کی حالت کے موافق اس پر توجہ کرتے اور اکرام کا برتاؤ فرماتے۔ کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ مجھ سے زیادہ حضرت کے نزدیک باعزت کون ہے کیونکہ ہر ایک سے ایسی بشاشت فرماتے کہ وہ اپنے کو حضرت کا پیارا سمجھتا تھا۔ کوئی شخص حضرت کے پاس بیٹھتا تو جب تک وہی نہ کھڑا ہو جاتا آپ نہ اٹھتے مگر یہ کہ کوئی ضرورت ہی پیش آئے تو اس سے اجازت دیتے۔ کسی کے منہ پر ایسی بات نہ فرماتے جو اس کو ناگوار ہو۔ کسی کی بدخوئی و بے ادبی کا اس بدخوئی سے مقابلہ نہ فرماتے بلکہ عفو و درگزر فرماتے۔ بیماروں کی عیادت کرتے، فقراء کو دوست رکھتے اور ان کے پاس اٹھتے بیٹھتے۔ ان کے جنازہ پر آتے اور تجہیز میں شریک ہوتے۔ کسی فقیر کو

اس کے فقیر کی وجہ سے حقیر نہ سمجھتے اور کسی بادشاہ کو اس کی بادشاہی کے سبب ہیبت نہ کھاتے تھے۔ نعمتِ الٰہی کو اگرچہ کیسی ہی تھوڑی ہو۔ بڑا سمجھتے اور اس نعمت میں کسی حالت کو برائی سے یاد نہ کرتے۔ کسی کھانے پر عیب نہ دھرتے۔ اگر اس کی رغبت ہوتی تو کھاتے ورنہ ترک کر دیتے پڑوسی کی خبر رکھتے۔ مہمان کا اکرام فرماتے۔ آپ زیادہ ہنستے تبسم ہیں اور بہترین تھے تازہ روئی ہیں۔ آپ پر کوئی وقت بھی نہ گزرتا تھا جو حاجت ضروری یا اللہ واسطہ عمل سے خالی ہو۔ دو چیزوں میں آپ کو اختیار دیا جاتا تو ان میں آسان تر کو اختیار فرماتے مگر یہ کہ اس میں قطع رحم ہو۔ اگر قطع رحم ہوتا تو سب سے زیادہ اس سے دور بھاگتے اور بابلیغ وجوہ اس سے احتراز فرماتے۔ پاپوش مبارک خود سی لیتے اور اپنے کپڑے میں آپ پیوند لگا لیتے۔ اسپ و شتر و دراز گوش پر سوار ہوتے غلام ہوتا یا بچہ۔ ہر ایک کو اپنا ردیف بنا لیتے۔ اپنی آستین یا چادر کے گوشہ سے اپنے گھوڑے کا منہ پونچھتے۔ فال کو پسند فرماتے اور بدشگونی کو ناپسند۔ فال کا یہ مطلب ہے کہ جب کسی کام پر متوجہ ہوتے اور کوئی اچھا کلمہ کان میں پڑتا۔ مثلاً راشد یا سالم تو اس کے سننے سے خوش ہوتے اور بدشگونی یہ کہ کسی جانور کے دائیں یا بائیں اڑنے یا کوے کے آواز کرنے سے کام یا سفر سے رک جانا وغیرہ۔ جب آپؐ کو کوئی مرغوب شے حاصل ہوتی تو فرماتے۔ الحمد اللہ رب العالمین اور جب کوئی ناگوار صورت پیش آتی تو کہتے۔ الحمد اللہ علی کل حال اور کھانے سے فارغ ہونے پر جب کھانا اٹھایا جاتا تو کہتے۔ الحمد اللہ الذی اطعمنا و سقانا وجعلنا مسلمین۔ اور اکثر آپ کی نشست قبلہ رو ہوتی تھی۔ ذکر اللہ بکثرت فرماتے اور زائد بات بہت کم۔ نماز کو طویل فرماتے اور خطبہ کو قصیر۔ ایک مجلس میں سو بار استغفار فرماتے۔ نماز کی حالت میں سینہ مبارک سے گریہ کی ایسی آواز سنی جاتی جیسے دیگ مسی کے جوش کی آواز۔ روزہ رکھتے دوشنبہ پنجشنبہ کا اور ہر ماہ تین دن ایام بیض کا اور عاشورا یعنی دس محرم کا اور کم اتفاق ہوتا تھا کہ جمعہ کو روزہ نہ ہو۔ رمضان کے علاوہ اور کسی ماہ میں اتنے روزے نہ رکھتے تھے جتنے شعبان میں۔ منجملہ آپؐ کے مختصات کے یہ امر ہے کہ چشمہائے مبارک خواب فرمائیں اور قلب بیدار رہتا یعنی نائم نہ ہوتا۔ بسبب انتظار وحی اور توجہ بجانب بارگاہ قدس کے۔ سوتے میں سانس لینے کی آواز مسموع ہوتی تھی مگر خراٹا جو بعض سونے والوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ آپؐ سے ظاہر نہ ہوتا تھا۔ جب خواب میں ناگوار شے نظر آتی تو فرماتے۔ ھو اللہ لا شریک لہ۔ اور جب بستر پر آرام فرماتے تو کہتے۔ رَبِّ قِنِی عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ اور جب بیدار ہوتے تو کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔ صدقہ کی چیز

کبھی نہ کھاتے۔ ہاں ہدیہ تناول فرماتے۔ صدقہ وہ ہے جو برائے طلب ثواب فقیروں کو دیا جائے اور جس کو دیا جائے۔ اس کی خصوصیت ملحوظ نہ ہو اور ہدیہ وہ ہے جو مہدی الہ اکرام کے لئے ہو اور جس کو دیا جائے اس کے احترام کی وجہ سے اس کی خصوصیت ملحوظ رکھ کر ہو۔ جب کوئی شخص حضرت کی خدمت میں ہدیہ بھیجتا تو اس کے مقابلہ میں حضرت اسی جیسا یا اس سے بہتر اس شخص کو عنائیت فرماتے۔ کھانے میں تکلف نہ کرتے۔ فاقہ اور شدت جوع کے وقت شکم پر پتھر باندھتے کہ کمزور نہ ہوں۔ حق تعالےٰ نے آپ کو خزانہائے زمین کی کنجیاں عطا فرمائیں مگر آپؐ نے اس کو قبول نہ فرمایا اور آخرت کو اختیار کیا۔ روٹی آپؐ نے سرکہ کے ساتھ کھائی اور فرمایا کہ سرکہ بھی کیا خوب سالن ہے۔ مرغ و سرخاب کا گوشت کھایا۔ کدو اور دست بز کا گوشت مرغوب تھا اور فرماتے تھے کہ کھاؤ روغن زیت اور اس کی مالش کرو جسم پر کہ وہ شجرۂ مبارکہ ہے۔ آپ تین انگلیوں سے کھایا کرتے یعنی (ابہام و سبابہ و وسطی سے) اور بعد فراغ ان کو چاٹ لیتے۔ آپؐ نے نوش فرمائی نان جو خشک کھجور سے اور خربزہ تر کھجور سے اور بادرنگ تر کھجور سے اور کھجور مسکہ سے اور شیرینی و شہد مرغوب تھا۔ پانی بیٹھ کر پیا کرتے اور پانی پینے کے درمیان ظرف آب کو تین بار منہ سے جدا کر کے سانس لیتے اور جب چاہتے کہ باقی ماندہ آب صحابہ کو عنائیت فرمائیں تو اپنی داہنی جانب سے ابتداء فرماتے۔ ایک بار دودھ نوش فرمایا۔ اس وقت فرمایا کہ جو شخص کوئی کھانے کی چیز کھائے تو بعد میں اس کو اَللّٰھُمَّ اَرْزُقْنَا خَیْرًا مِّنْہُ کہنا چاہیئے یا اللہ اس سے بھی بہتر چیز ہم کو عطا فرمایئے اور جو کوئی دودھ پیئے تو کہنا چاہیئے اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ۔ یا اللہ اس میں ہمارے لئے برکت دیجیئے۔ اور زیادہ عطا فرمایئے کیونکہ آپؐ نے فرمایا کہ بجز دودھ کے کوئی چیز نہیں جو کھانے اور پینے دونوں کا کام دے اور کفائیت کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونی کپڑا پہنتے اور پائے مبارک میں جوتا سلا ہوا اور گٹھا ہوا۔ پوشش میں تکلف نہ فرماتے۔ بہترین جامہ آپ کے نزدیک قمیض تھا اور جب نیا کپڑا پہنتے تو فرماتے۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا اَلْبَسْتَنِیْہِ اَسْئَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَہٗ یا اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے یہ پہنایا اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس سے بہتر کا اور جس کام کے لئے یہ مصنوع ہوا ہے اس کی خیر و خوبی کا۔ کپڑوں میں سبز کپڑا آپؐ کو محبوب تھا اور کبھی صرف ایک چادر پہنتے کہ اس کے سوا کچھ بھی بدن مبارک پر نہ ہوتا۔ اس کے دونوں گوشے اپنے دونوں شانوں کے درمیان باندھ لیتے۔ اور اسی طرح اس ایک چادر میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ آپؐ دستار باندھتے اور اس کا کنارہ یعنی

شملہ درمیان دوشانہ کے چھوڑ دیتے۔ جمعہ کے دن سرخ چادر اوڑھتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مخطط تھی۔ جس میں سرخ خطوط تھے۔ چاندی کی انگشتری پہننے کہ اس کا نقش محمد رسول اللہ تھا، داہنے ہاتھ کی چھنگلیا میں اور کبھی بائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں اور پسند فرماتے تھے خوشبو کو اور ناپسند فرماتے بدبو کو اور فرماتے کہ حق تعالےٰ نے میری لذت رکھی ہے عورتوں اور خوشبو میں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے اور خوشبو کی اقسام میں غالیا کا استعمال زیادہ فرماتے تھے جو مرکب خوشبو کا نام ہے اور صرف مشک کا بھی استعمال فرماتے اور بخور دھونی لیتے عود اور کافور کی۔ سرمہ لگاتے اثمد کا جو سرمہ کی اعلیٰ قسم ہے اور کبھی سرمہ لگاتے داہنی آنکھ میں تین سلائیاں اور بائیں میں دو سلائیاں اور کبھی سرمہ لگاتے حالت روزہ میں اور سر اور داڑھی میں روغن زیت وغیرہ تیل کا زیادہ استعمال فرماتے۔ اور ایک دن درمیان دے کر تیسرے دن تیل کا استعمال فرماتے اور سرمہ لگاتے طاق عدد کی رعایت سے اور کنگھا کرتے اور نعلین پہنتے اور طہارت کرتے اور سب کاموں میں داہنی طرف سے ابتدا کرنا پسند فرماتے۔ آئینہ میں نظر فرماتے اور سفر میں آنحضرتؐ سے چند چیزیں علیحدہ نہ ہوتی تھیں۔ تیل کی شیشی، سرمہ دانی، آئینہ، کنگھا، قینچی، مسواک، سوئی دھاگہ، مسواک فرماتے وقت رات میں تین بار یعنی سونے سے قبل اور تہجد کے وقت جبکہ اٹھتے اور صبح کو جب نماز فجر کے لئے تشریف لاتے۔ آپؐ پچھنے بھی لگواتے اور مزاح یعنی خوش طبعی بھی فرماتے مگر مزاح میں سچی ہی بات کہتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک صحابی آئے اور عرض کیا حضرت مجھ کو اونٹ پر سوار کر دیجئے۔ (یعنی سواری کے لئے اونٹ دے دیجئے) آپؐ نے فرمایا۔ ہم تم کو اونٹنی کے بچہ پر سوار کریں گے۔ انہوں نے عرض کیا کہ بچہ تو مجھ کو اٹھا نہ سکے گا۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا کہ اونٹ تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ ایک بار ایک عورت صحابیہ حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا کہ حضرت میرا شوہر بیمار ہے اور حضرتؐ کو بلاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ تمہارا شوہر وہی تو ہے۔ جس کی آنکھ میں سفیدی ہے۔ مراد حضرتؐ کی ڈھیلے کے گرد کی سفیدی تھی جو ہر آنکھ میں ہوتی ہے اور عورت نے مرض میلا سمجھا۔ اس لئے واپس آئی اور شوہر کی آنکھ کھول کھول دیکھنے لگی۔ شوہر نے کہا۔ تجھے ہو کیا گیا کہ میری آنکھ کھول کھول کر دیکھتی ہے؟ اس نے کہا۔ حضرت نے فرمایا تھا کہ تمہاری آنکھ میں سفیدی ہے۔ تب انہوں نے کہا کہ کون شخص ایسا ہے۔ جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو۔ ایک بار ایک بوڑھی صحابیہ حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ حضرت دعا فرما دیجئے کہ حق تعالےٰ مجھ کو بہشت میں داخل کرے۔ آپؐ نے فرمایا اے ام! فلاں بہشت میں تو کوئی بھی بڑھیا نہ جائے گی۔ یہ سن کر وہ رونے لگیں اور مجلس مبارک سے

(بقیہ صفحہ ۳۷ پر)

* حکیم محمد حسین زمان شفا

سر سید احمد خاں کی تفسیرِ قرآن مجید میں

فارسی نعت رسولِ کریمؐ

کچھ کیفیتیں اور لذتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کو آدمی محسوس تو کرتا ہے لیکن ان کا الفاظ میں اظہار آسان نہیں ہوتا۔ اسی قسم کی لذتوں میں سے ایک لذت القاء یا الہام بھی ہے۔ "اہلِ دل" اور "خاصانِ خدا" کا کہنا ہے کہ جب عبادت و ریاضت یا تدبر و تفکر کے دوران ایک استغراقی کیفیت طاری ہوتی ہے اور وجدانِ سلیم "عالمِ سفلی" سے ملاءِ اعلیٰ اور پھر مبداءِ فیاض سے مل جاتا ہے تو اس کے نتیجہ میں انسان کو "انکشافِ حق" یا "دیدارِ حق" میسر آ جاتا ہے۔ اس لمحے اسے یقین ہوتا ہے کہ زندگی کا بھید مل گیا۔ عقدۂ لاینحل کھل گیا۔ معراج ہو گئی۔ اس کیفیت کے دوران کبھی کبھی صاحب کشف ایسی باتیں کہہ جاتا ہے، یا ایسے کام کر جاتا ہے کہ جو عام انسانوں کی سمجھ و صلاحیت سے بالاتر ہوتے ہیں۔ بلکہ بلاکیفیت اور بامقصد صاحب کشف بھی ایسا نہیں کر سکتا۔ اس کی مثالیں بہت ہیں۔ کاملین و عابدین کی حیات و ملفوظات میں اس قسم کے واقعات بھرے پڑے ہیں۔ چونکہ سر سید کی شخصیت نے جن عناصر سے تشکیل پائی تھی۔ ان میں تصوف سب پر غالب تھا۔ کچھ لوگوں نے انہیں ولی کامل تسلیم کیا ہے۔ اس بناء پر سر سید احمد خاں کی زندگی میں بھی ایک واقعہ کچھ اس قسم کا پیش آیا۔ جس کا ذکر انہوں نے اپنی مرتبہ "تفسیرِ قرآن" میں کیا ہے۔ سر سید اپنے مذہب اور قوم پر فدا تھے۔ انہوں نے سیرت رسولؐ اکرم اور تفسیرِ قرآن اس جذبہ کے تحت تصنیف کی تھی کہ یورپ کی نشاطِ ثانیہ کے بعد مغربی افکار کی یلغار اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا سائنسی ذہن و معقولیت پسندی کہیں حال و مستقبل کی نسل کو اسلام اور اسلامی تعلیمات سے برگشتہ نہ کر دے۔ جسے قدماء کی غلط تشریحات اور فلسفۂ یونان کی روشنی میں اسلامی عقائد کی تعبیرات نے پہلے ہی مشکوک بنا

---

* فہرست نگار رضا لائبریری رام پور

آثار :- (۱) فرمانروایانِ رام پور (۲) رضا لائبریری رام پور (۳) علامہ نجم الغنی خان

دیا تھا۔ تدبر قرآن کے دوران سرسید کو حیات بعد ممات، حشر اجساد، جزا و سزا وغیرہ ایسے عقائد پر غور کرنا پڑا۔ جن کی معقول وعصری ذہن کے لئے قابل قبول تشریح سے سرسید کی عقل قاصر تھی۔ ان مسائل پر غور کرتے ہوئے سرسید پر استغراقی کیفیت طاری ہوئی اور انہیں یہ محسوس ہوا کہ خود شارع اسلامؐ ان مسائل کے رموز و نکات سرسید کو بتا رہے ہیں۔ جن سے ان کا ذہن مطمئن ہو گیا اور پھر انہوں نے ایک بحث روح سے متعلق سورۂ الاعراف میں صفحہ ۸۴ سے ۱۳۵ تک تحریر کی اور اپنے نزدیک ان مسائل کو عقل کی روشنی میں جدید ذہن کو مطمئن کرنے کے لئے حل کر دیا۔ سرسید نے اس بحث میں عقل ونقل سائنس اور مذہب کے امتزاج سے نئی نسل کو ایک راستہ دکھایا۔ جس پر بعد کے مفکرین نے عمارت تعمیر کی۔ چونکہ سرسید کے ذہن میں یہ تھا کہ وہ پہلی مرتبہ کسی اشارے سے ان مسائل کو حل کر رہے ہیں اور اس کام میں انہیں اپنے مورث اعلیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید حاصل ہے۔ اس بنا پر اس بحث کے اختتام پر ہدیہ تشکر کے بطور پر فی البدیہہ ایک فارسی نعت موزوں ہو گئی۔ جس کو انہوں نے اس بحث میں تحریر کر دیا تاکہ یادگار رہے عالم ہوش و خرد کی یہ سرسید کی پہلی و آخری نعت ہے جو تفسیر قرآن کا جزو ہونے کی وجہ سے عام منظروں سے اب تک اوجھل تھی۔ ہم اسے مع اردو ترجمہ کے پیش کر رہے ہیں۔

اس نعت سے قبل بطور شان نزول سرسید نے تحریر کیا ہے۔

"کچھ حقائق ہیں جو نہ حکمت یونان میں پائے جاتے ہیں اور نہ فلسفۂ علم کلام میں بلکہ یہ انوار ہیں۔ مشکوٰۃ نبوّتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو بلا واسطہ سینہ احمدی یعنی "میرے سینہ" میں پہنچے ہیں۔ گو کہ نابلدان کو چہ حقیقت ان انوار محمدیؐ کو نعوذ باللہ کفر و زندقہ سے تعبیر کریں۔

اس کے بعد سرسید نے مؤلفہ کہہ کر اپنی یہ نعت لکھی ہے۔

نعت

(۱) فلاطوں طفلے باشد بہ یونانے کہ من دارم	اس یونان یعنی "مدینۃ العلم النبی" میں جو میں رکھتا ہوں۔ افلاطون جیسا حکیم ایک طفل مکتب ہے۔

	میسحا رشک میدارد به درمانے که من دارم	روگی انسانوں کے لئے میرے پاس جو دوا ہے۔ میسحا بھی اس پر رشک کرتے ہیں۔
(۲)	زکفر من چه میخواہی زایمانم چه مے پرسی ہماں یک جلوۂ عشق است ایمانے که من دارم	میرے کفر اور میرے ایمان کے بارے میں اے لوگو تم کیا پوچھتے ہو۔ میرا ایمان خدا اور رسولؐ کے عشق کا ایک جلوہ ہے۔
(۳)	خدا دارم دلے بریاں زعشق مصطفیٰؐ دارم ندارد ہیچ کافر ساز و سامانے که من دارم	میں اللہ والا ہوں اور دل عشق مصطفیٰؐ میں بھنا ہوا ہے۔ "لوگ مجھے کافر کہتے ہیں" جبکہ جو ساز و سامان میرے پاس ہے۔ یعنی" دولت ایمان" وہ کسی کافر کے پاس نہیں ہے۔
(۴)	زجبریل امیں قرآن به پیغامے نمی خواہم ہمه گفتار معشوق است قرآنے که من دارم	میں جبریلِ امین سے قرآن کا پیغام سننا نہیں چاہتا میرے پاس تو وہ قرآن ہے جو مکمل میرے محبوب کی زبان سے ادا ہوا ہے۔
(۵)	فلک یک مطلع خورشید دارد با ہمه شوکت ہزاراں اینچنیں دارد گریبانے که من دارم	آسمان کے پاس اس قدر شان و شوکت کے لئے صرف ایک خورشید ہے لیکن میرے گریبان میں اس جیسے ہزاروں سورج موجود ہیں۔
(۶)	ز برہان تا به ایمان سنگہا دارد رہ واعظ ندارد ہیچ واعظ ہمچو برہانے که من دارم	واعظ عقل و دلائل سے میلوں کے پھیر سے ایمان تک پہنچتا ہے لیکن میرے پاس جو دلائل ہیں وہ کسی واعظ کے پاس نہیں ہیں۔

★ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں

حضرت مخدوم نوحؒ (۹۹۸ھ) کا
فارسی ترجمہ قرآن مجید

حضرت مخدوم نوحؒ کا سلسلۂ نسب حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ملتا ہے۔ آپ سندھ کے سرکردہ اولیاء عظام میں سے تھے۔ سندھ کے بے شمار طالبان ہدایات و جویندگان معرفت کو منزل مقصود تک پہنچایا۔ حضرت مخدومؒ طریقت سہروردیہ پر تلقین ذکر فرماتے۔ حدیقۃ الاولیاء ص۔ ۱۳۹ پر آپ کے حالات درج ہیں۔

حضرت مخدوم نوح ہالائی قدس سرہ ان اکابر میں سے ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے قرآن پاک کو فارسی میں منتقل کرنے کی کوشش فرمائی اور قوم کو اس نعمت سے مستفیض کرایا(۱) آپ کا اسم گرامی لطف اللہ ہے۔ تذکرہ میں اس طرح شجرہ مرقوم ہے۔

لطف اللہ ابن نعمت اللہ ابن محمد اسحاق ابن شہاب الدین ابن فخر الدین (رحمہم اللہ تعالےٰ)

آپ شب جمعۃ الوداع ۲۷ رمضان المبارک ۹۱۱ھ، ۱۲ فروری ۱۵۰۴ء کو ہالا سندھ میں پیدا ہوئے سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ پھر علوم متداولہ کی تحصیل فرمائی اور سلوک کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار چیزیں (براہ راست) مرحمت ہوئی ہیں: ۱۔ تلقین ذکر، ۲۔ تفسیر قرآن، ۳۔ بیان حدیث، ۴۔ تعبیر خواب۔ تلقین ذکر کے سلسلے میں آپ طریقۂ سہروردیہ کے مطابق افضل الذکر، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی مزاولت فرمایا کرتے تھے اور آپ نے بیعت کے لئے چار چیزیں ضروری قرار دی تھیں۔ ۱۔ اتباع محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ۲۔ مقدرات خداوندی پر کامل یقین، ۳۔ تفہیم تفسیر اور ۴۔ نماز باجماعت۔

آپ نے جمعرات ۲۷ ذی قعد، ۱۷ ستمبر ۱۵۹۰ء کو وصال فرمایا۔ اس طرح ظاہر ہے کہ آپ نے قرآن پاک کا ترجمہ اس سال سے بہت پہلے کیا ہوگا۔

قرآن پاک کا قدیم فارسی ترجمہ مع تفسیر جو تہران سے شائع ہوا ہے (۲) وہ منصور

★ پروفیسر حیدر آباد یونیورسٹی

بن نوح سامانی (۲۰۵ھ تا ۲۵۰ھ) کے زمانے کے علماء کی اجتماعی کوشش کا نتیجہ کہا جاتا ہے اس کے بعد جو فارسی ترجمے مرتب ہوئے ان کا ذکر حسب ذیل کتابوں میں آتا ہے۔

۱- استوری کی PERSIAN LITERATURE (جلد اول، جزو اوّل۔ دوم)
۲- فہرست عربی (LOTH ۔ صفحہ ۵ - ۶)
۳- فہرست برٹش میوزیم (جلد اوّل۔ صفحہ ۶ - ۸)
۴- فہرست کیمبرج (براؤن۔ صفحہ ۴۰ - ۴۳)
۵- فہرست انڈیا آفس (جلد اوّل۔ صفحہ ۱۴۵۶)
۶- فہرست اُردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (کراسہ ۹۔ جلد ۴۔ ۵/۵۳۱ - ۵۳۳) وغیرہ۔

ترجمہ قرآن مجید کا ایک قدیم نسخہ جو برٹش میوزیم (۲۵۲ - ۲۳ - ۵۵ ۸) میں موجود ہے اور ملا عبداللہ خطاط بعہدِ سلطان حسین ھراتی (م ۹۱۱ھ) کا لکھا ہوا ہے۔ اس میں سورہ والعادیات کے ترجمے کا نمونہ یہ ہے۔

" بحق اسپان جہندہ درغزوات، پس اسپان آتش بیرون آرندگان، پس اسپان غارت کنندگان در صبح گاہ، پس برانگیختند در آن وقت غباری بسیار، پس درمیان درآمدند در آن جمعی از دشمنان را، بدرستی کہ آدمی مر پروردگار خود را ہر آئینہ ناسپاس است۔ بدرستی کہ آدمی برآن ناسپاسی ہر آئینہ گواہ است و بدرستی کہ او برائے دوستی مال ہر آئینہ سخت است۔ آیا پس نمی داند کہ چون برانگیختہ شوند آنہا در گورستانہا یندہ وہ پیدا گردہ شود آنچہ در سینہ ہاست، بدرستی کہ پروردگار ایشاں بہ ایشاں در آن روز ہر آئینہ آگاہ است۔"

عرصہ ہوا دہلی سے فارسی کے دو ترجمے شائع ہوئے تھے۔ ایک ترجمہ غلطی سے شیخ سعدی شیرازی سے منسوب کردیا گیا ہے۔ وہ ترجمہ دراصل علی بن محمد المعروف میر سید شریف جرجانی (م ۸۱۴ھ) کا ہے۔ اس ترجمہ میں سورۃ والعادیات کو اس طرح فارسی میں منتقل کیا گیا ہے۔

" سوگند بہ اسپان دوندہ، آواز کنندہ، آواز کردنی۔ پس سوگند بہ اسپان آتش برآرندہ بآنکہ بہ نعل خود سنگ را بزنند۔ پس بغاوت کنندگان بوقت صبح پس برانگیختن بوقت صبح غباری پس بہ میان درآمدند باآن وقت گردہی۔ بدرستی کہ آدمی پروردگار خود را ہر آئینہ ناسپاس است و بدرستی کہ آدمی برین ہر آئینہ گواہ است و بدرستی کہ او برای دوستی مال ہر آئینہ سخت است آیا پس نمی داند کہ چوں ظاہر کردہ شود آنچہ در گورہا است و حاصل کردہ شود آنچہ در سینہ ما است۔

بدرستی کہ پروردگار اینہا در آن روز دانا است"۔

ان دو ترجموں میں سے دوسرا ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ (م ۱۱۷۶ھ) کا ہے۔ وہ اس سورہ کا اس طرح ترجمہ کرتے ہیں :

"قسم باسپان تیز دوندہ بوجہے کہ از دم پُر شوند پس قسم باسپان آتش برآرندہ بآنکہ بہ نعل خود سنگ را بزنند پس قسم پاسپان غارت کنندہ چون در وقت صبح در آیند۔ پس برانگیزند بآن وقت غبار را۔ پس در آیندہ بآن وقت درمیان جماعتی۔ ہر آئینہ آدمی بنسبت پروردگار خود ناشکرگزار است و ہر آئینہ آدمی بر ناسپاسی خود مطلع است و ہر آئینہ آدمی در دوست داشتن مال مبالغہ کنندہ است۔ پس آیا نمی داند کہ چون برانگیختہ شود ہر آنچہ در گورہا باشد وظاہر ساختہ شود۔ ہر آنچہ در سینہ ہا باشد، ہر آئینہ پروردگار ایشان بہ احوال ایشان آن روز خبردار است"۔

لیکن مخدوم نوح کا ترجمہ زیادہ واضح ہے کہ وہ اس سورہ کو اس طرح ترجمہ کرتے ہیں۔

"بحق آن اسپاں نیک روغازیان کہ دم زنند دم زدنی۔ پس بحق اسپان آتش افروزندہ زدن سمہا در سنگہا۔ پس بحق اسپان شبخون آورندگان بر دشمنان خدائے در وقت صبح پس برانگیزند در آن وقت یا در وقت جای دویدن کردی۔ پس بازروند در آں وقت یا در آن غبار درمیان جمعی از جموع اعلاء دین۔ بدرستی کہ آدمی مر نعمت پروردگار خود را ہر آئینہ کفران کنندہ ایست و بدرستی کہ او بر آن کفران خویش ہر آئینہ گواہی است۔ و بدرستی کہ او از بھر دوستی مال ہر آئینہ بخیلی سخت است۔ ای پس نداند کہ چون بیرون آوردہ شود آنچہ در قبرہا است و روشن وظاہر کردہ شود آنچہ در سینہ ہا است از کفر و ایمان، پروردگار ایشان با ایشان است آن روز ہر آئینہ آگاہ باشد"۔

مخدوم نوح کے اکابر خلفاء میں ایک سید ابوبکر" تھے اور دوسرا بہاؤالدین گودریہ تھے۔ موخرکہ نے سید ابوبکر کی فرمائش پر (جیسا کہ آگے آتا ہے) حضرت مخدوم نوح کے ترجمے کی کتابت کی تھی۔ وہ خود ہی شروع مصحف میں شہر ٹھٹھہ سے کتابت کے لئے سرخی خرید کرلانے کا ذکر کرتے ہیں :

"بدانکہ باسمہ سبحانہ وصلوۃ حبیبہ علیہ السلام بعد از آوردن سرخی از شہر تتہ مرفہ از بیست وہفتم ماہ شعبان در نوشتن ترجمہ بعد ظہر شروع کردم در تاریخ ۱۰۱۱ھ۔ بفضل وکرم

الٰہی امید کہ بحرمت قرآن و بحرمت نبی آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جملہ ترجمہ بخیریت وسلامت تمام گردد۔

چون سورہ توبہ تمام شد درمیان ماہ ذوالحج ومحرم تا بیست وہفتم .... تعطیل افتادہ بعد باز از بیست وہفتم محرم از سورۂ یونس شروع ترجمہ کردم۔ بعد تا آخر سورۂ شعراء در ماہ ربیع الآخر رسیدم لعدہ باز فاصلہ شد تا در سیوم ماہ رمضان از سورۂ نمل شروع کردم وقت ضحیٰ درخانہ خود متوجہ بجنوب تا بیستم ماہ رمضان ...... دہ روز اعتکاف۔ بعد از عید رمضان شروع کردم از عنکبوت ...... ذی الحجہ پس از غرہ ہیچ نہ نوشتم تا روز بیستم ماہ ذی الحجہ شروع نوشتہ شدہ واز بیست وششم ماہ ذی الحجہ تا ...... محرم الحرام نوشتم بعد از دوشنبہ مجمع شروع افتاد ... ثم بعد ذالک در روز پنج شنبہ ہفدھم ماہ صفر تمام شد بدست فقیر حقیر درحجرۂ متبرکہ، بحرمت ترجمۂ قرآن کریم، وقت ضحی کبری در تاریخ ۱۰۱۳ھ)"

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ترجمے کی کتابت اتوار ۲۷ شعبان ۱۰۱۱ھ / ۲۰ جنوری، سن ۱۴۰۳) کو شروع ہوئی اور جمعرات ۱۷ صفر ۱۰۱۳ھ / ۵۔ جولائی ۱۴۰۴ء) کو مکمل ہوئی۔ بہاؤالدین گودریہ کے مصحف کے آخر میں حضرت مخدوم نوح کے مصحف کی تفصیل بھی لکھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس کتابت کے محرک سید ابوبکر تھے، وہ عبارت یہ ہے:

"تحریر مصحف را تاریخ کتابتش ننوشتہ ولیکن تحریر ترجمہ در سال ثلث عشر والف سنہ بود بدست فقیر بہاء الدین گودریہ کہ یکی از فقیران سند است، وباعث برنویساندن۔ ترجمہ حضرت سید سادات طالب وصول رب العالمین میان سید ابوبکر سلمہ اللہ تعالیٰ است وچون ایں فقیر نظر کرد در مصحف مخدوم آن طریقی (کہ غوث ...... حضرت مخدوم نوح قدس سرہ ...) کہ در مصحف مخدوم است واضح تر کتابت بود کہ مصحف بطریقی بود کہ در سند یافتہ نشود کہ اول ہر صفحہ او آیت است وآخیر ہر صفحہ نیز آیت تمام بود وہر دہ ورق جزوی تمام بود کہ در سیلنی کہ اس تمام شدہ است ودرمیان ہر دو سطری مفاصلہ سہ سطر ترجمہ واضح کتابت داشت وآن ترجمہ در مصحف پیش از جلد کردن تمام نوشتہ بود وایں فقیر نہ کاتب چون کاتبان است ونہ خوش وقت ہر حال است و نہ بی جلد مصحف یافت ونہ درمیان دو سطر قابلیت بیش از یک سطر ترجمہ یافت بلکہ در بابہا چنان درج قرآن از جہت حروف قرآن می دید کہ چون تمام ترجمہ زیر حرفی نشد آن

را بیرون نوشته است و درجائی بعضی چنان باریک نوشته شُد که بتائل تمام صاحب علم کہ واقف رسم کتابت فیقر شدہ باشد می یابد ۔ والحاصل مناسبت این مصحف بمصحف مخدوم در عشر عشیر واقع نہ شد بجز آنکہ ہر گاہ کہ نوشتم بہر حال کہ بودم از نوشتن گاہ ہر روز گاہ بعد از ایام ربعی از قرآن یا رکوعی یا چند سطری بہر قلم باریک یا سطر، راست حروف یا معوج تحریر شد ۔ از حضرت سید سادات معذرت حال خود با مید مغفرت گناہ در خدمت کہ باتقصیر تمام می کردم ۔ الحال از امیدواری دعای برای خود و اہل و اولاد خود روی در شرم ساری بسیار ہستیم ۔ لیکن چوں نقل کلام اہل فضل است کہ " العذر عند الکرام قبول " عفو گناہ خود را امیدوارم کہ چوں قابلیت اصلی مرا مقدر باین مرتبہ رسیدہ بود بر ہمان نہج ظاہر شدہ "

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے (۱) حضرت مخدوم نوح والا مصحف کسی اور کاتب نے لکھا تھا۔

۲۔ ۱۰۱۳ھ میں اس ترجمہ کی تکمیل کتابت ہوئی ۔

۳۔ میاں سید ابوبکر کو سلمہ اللہ تعالیٰ کے دعائیہ فقرے سے یاد کیا ہے ۔ یعنی ۱۰۱۳ھ تک وہ ضرور زندہ تھے ۔

۴۔ حضرت مخدوم نوح کا وہ مصحف اس طریقے کا ہے جو سندھ میں نہیں پایا جاتا تھا ۔ یعنی ہر صفحہ شروع آیت سے شروع ہوا ہے اور ہر صفحے پر آیت ختم ہوئی ہے اس میں دس اوراق میں ایک پارہ ختم ہوا ہے اور ہر دو سطر کے درمیان تین سطروں کا فاصلہ رکھا گیا تھا تاکہ وہاں ترجمہ لکھا جا سکے ۔

۵۔ کاتب (بہاء الدین گودریہ) معذرت بھی کر رہے ہیں کہ جیسا چاہیئے تھا، ویسا کام نہ ہو سکا وغیرہ ۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس ترجمہ کی خوبیاں بھی سمجھ لی جائیں ۔ میر سید شریف جرجانی نے سورۃ الفاتحہ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے :

" جمیع ستائش مر خدا را کہ پروردگار عالمیان است بخشایندۂ مہربان ۔ خداوند روز جزا ، ترامی پرستیم و از تو یاری می خواہیم ۔ رانما ما را راہ راست ۔ راہ آن کسانیکہ انعام کردہ ای بر ایشان ۔ نہ راہ آن کسانیکہ خشم گرفتہ ای بر ایشان ، و نہ راہ گمراہان "

اور شاہ ولی اللہ نے اس طرح ترجمہ کیا ہے :
" بنام خدای بخشائندہ مہربان ۔ ستائش خدا راست پروردگار عالمہا ۔ بخشائندہ مہربان ۔ خداوند روز جزا ۔ ترا می پرستیم و از تو مدد می طلبیم ۔ بنما مارا راہ راست ۔ راہ آنانکہ اکرام کردہ ای بر ایشان بجز آنانکہ خشم گرفتہ شد بر آنہا و بجز گمراہان "
یعنی اوپر کے ترجمے آپس میں بہت کچھ ملتے جلتے ہیں لیکن مخدوم نوح کا ترجمہ مختلف ہے یعنی
ابتدا می کنم بنام خدای روزی دہندہ ' رحمت کنندہ ۔
شکر و سپاس و ستائش مر خدای را کہ پروردگار عالمیان است ۔ روزی دہندہ رحمت کنندہ ۔ بادشاہ روز حساب و جزا ۔ تو خداوند را می پرستیم و از تو خداوندی یاری و مدد می خواہیم ۔ ثابت دار مارا راہ راست ۔ راہ آنہا کہ نعمت کردی بر ایشان ۔ نہ راہ آن ہا کہ خشم گرفتہ ای بر ایشان یعنی یہودان ۔ و نہ گمراہان یعنی ترسایان "
گویا مخدوم نوح نے ترجمے میں توضیحی الفاظ بھی بڑھا دیے ہیں تاکہ پڑھنے والے کو آسانی ہو ایسے توضیحی الفاظ بعد میں بھی بہت ہیں ۔ مثلاً سورۃ البقر کے شروع میں تسمیہ کا جو ترجمہ کیا ہے ۔ وہ سورۃ الفاتحہ کے تسمیہ کے ترجمے کے مختلف ہے :
یعنی ؛ بنام خدا ای رحمت کنندہ عام در دنیا بہ روزی و در عقبی بہ مغفرت و فیروزی ' پھر ابتدائی رکوع (سورۃ البقر) کا ترجمہ اس طرح ہے :
" منم خدائی کہ می دانم ۔ این کتاب عظیم الشان ۔ ہیچ شکی نیست در آن ۔ راہ نمائندہ الیست مر پرہیزگاران را ۔ آنہا کہ می گروند بعیب و ناپیدا ۔ و برپای می دارند نماز را و از آنچہ مالک آن گردانیدم ایشان را نفقہ و خرچ می کنند ۔ و آنہا کہ می گروند بہ آنچہ فرستادہ شد بہ تو ای محمد از کتب و بآنچہ فرستادہ شدہ از پیش تو از کتب و لبسرای آخرت و قیامت ایشان بی گمانند ۔ آن گروہ بر راہ راست اند از حضرت پروردگار ایشان ۔ و ایشانند رستگاران ۔ بدرستی کہ آنہا کافر شدند یکسان است بر ایشان اگر بیم کنی تو ایشان را یا بیم نہ کنی تو ایشان را نمی گروند ۔ مہر نہاد خدای بر دلہای ایشان و بر شنوائیہای ایشان و بر بینہای ایشان پوششی است و ایشان راست عذابی بزرگ "
یہ پہلے رکوع کا ترجمہ ہے اور مخدوم نے آلم ۔ کا ترجمہ کیا ہے ۔ " منم خدا کہ می دانم " پھر توضیحی فقرے جگہ جگہ شامل کئے تاکہ اس کی افادیت بڑھ جائے اور عوام بھی مستفید ہو

(بقیہ صفحہ ۸۸ پر)

★ سید عارف نوشاہی

حضرت شیخ سعد الدین احمدؒ کابلی

کا سفرِ حرمین براستہ پنجاب

حضرت شیخ سعد الدین احمد انصاری کابلیؒ (۱۱۴۰ - ۱۲۲۵ھ) سے منسوب سلسلہ قدسیہ کے علماء اور مصنفین کا تعارف ہم اپنے ایک مقالہ مشمولہ ماہنامہ "المعارف" لاہور بابت اگست ۱۹۸۳ء میں کرا چکے ہیں۔ یہاں شیخ سلسلہ کے سفر حرمین شریفین کی روداد درج کر رہے ہیں۔ چونکہ شیخ، حجاز براستہ پنجاب گئے تھے اور واپسی براستہ بلوچستان ہوئی تھی۔ دوم ان کا ایک مکاشفہ حضرت شیخ الشیوخ قدس سرہٗ سے متعلق تھا اس لئے اس سفر کے بعض نکات فائدے اور دلچسپی سے خالی نہیں ہیں۔

شیخ کابلیؒ کے سوانح نگار مصطفیٰ بن محمد ابراہیم ھروی نے "نشاۃ القدس"[1] کے نشاۃ سوم میں خود شیخ کی زبان سے اس سفر کے واقعات درج کئے ہیں۔ چونکہ مذکورہ کتاب فارسی میں ہے۔ اس لئے ہم یہاں اس کے متعلقہ مضامین کا اردو ترجمہ پیش کریں گے۔

سفرِ حرمین کا سبب اور غرض و غایت

شیخ کابلیؒ ایک صاحب جذب و سکر بزرگ تھے اور بقول مصنف نشاۃ القدس صوبہ کابل اور اس کے گرد و نواح میں کوئی ایسا پیر کامل نہیں تھا جو اپنی باطنی قوت سے شیخ کابلیؒ کو ورطۂ حیرت وجنون سے نکال کر صحو و سلوک کے ساحل پر لا کھڑا کرتا۔ لہذا وہ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے اور مرشد کامل کی طلب میں اپنے چند مخلصوں اور دوستوں کو ساتھ لے

★ مدیر مجلہ "دانش"

مؤلف و مترجم متعدد کتب و متون

[1] نشاۃ القدس، خطی نسخہ مخزونہ کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد۔ شمارہ ۴۷۴۵، ص ۸۳ تا ۱۰۷۔

کر سفر حجاز پر روانہ ہوئے۔

کابل سے روانگی

شیخ کابل سے روانہ ہو کر جلال آباد کی حدود میں داخل ہوئے اور یہاں ایک برہنہ شخص کو دیکھا جو سر پر گھاس اٹھائے جلال آباد کے بازار میں کھڑا تھا۔ اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ کابلیؒ بتاتے ہیں کہ ہندوستان میں اس قسم کی برہنگی عام پائی جاتی ہے بلکہ حد سے زیادہ ہے۔

سرہند پہنچنا

شیخ جب سرہند پہنچے تو وہاں ایک معمر شخص حضرت صوفی منظر محمدؒ کی خدمت میں پہنچے کہ شاید وہ انہیں ورطۂ جذبہ و سکر سے نکال کر صحو و سلوک کی منزل تک پہنچائے۔ ان سے کچھ ریوڑیاں لے کر کھائیں تو شیخ پر "اسم ذات" مکشوف ہوا۔ لیکن شیخ تقریباً نو سال سے اس حالت میں تھے کہ وہ اب "اسم" کی بجائے "مسمیٰ" کی تلاش میں تھے۔ حضرت صوفی منظر محمدؒ نے کہا کہ میرے پاس اتنی ہی استعداد تھی۔

جالندھر آمد

شیخ ضلع جالندھر کے ایک گاؤں لبتی "پیر درویش" پہنچے اور مزار حضرت پیر درویشؒ پر گئے۔ وہاں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کو مشاہدے میں دیکھا۔ شیخ مزار سے باہر نکلے تو، جس راستے پر انہوں نے سفر جاری رکھنا تھا۔ اس پر اس قدر رنگ برنگے پرندے بیٹھے ہوئے تھے کہ بقول شیخ ان کی صحیح تعداد خدا ہی جانتا ہے۔ قصبہ "راہواں" تک راستے میں پرندوں کا یہی عالم رہا۔ بعد میں وہ منظر سے غائب ہو گئے۔ شیخ کو پتہ چلا کہ یہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کے اذکار و تہلیل کے انفاس متبرکہ تھے۔

شاہجہان آباد میں شاہ ولی اللہ محدّث دھلوی ؒ سے ملاقات

شیخ کابلیؒ شاہجہان آباد (دھلی) پہنچ کر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی خدمت میں گئے۔ حضرت محدّث نے شیخ پر بہت توجہ کی مگر شیخ کی حالت میں ذرہ برابر بھی تبدیلی ظاہر نہ ہوئی اور اثر نہ ہوا۔ بعد میں حضرت محدّث نے فرمایا کہ آج رات استخارہ کروں گا اور اپنے مشائخ سے آپ کے بارے میں پوچھوں گا۔ جب صبح ہوئی تو فرمایا آپ کو طلب حضور ہے اور پر توہ نبوت سے آپ کے سکر وجذب کو افاقہ حاصل ہوگا۔ یہ ولائیت کا کام نہیں ہے کہ آپ کو ورطۂ سُکر سے سرحد صحو وسلوک تک لے آئے۔ آپ پر لازم ہے کہ حرمین جائیں۔

ہندوستان سے حرمین روانگی

شاہجہان آباد سے شیخ عربستان پہنچے۔ اثنائے سفر کے واقعات کا مصنف نشاۃ القدس نے ذکر نہیں کیا ہے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں قیام کے دوران جو واقعات اور مشاھدات پیش آئے۔ ان کا ذکر ملتا ہے بلکہ شیخ کابلیؒ نے اپنی کتاب "کشف المحققین" میں بھی یہ واقعات قلمبند کئے ہیں۔

مکّہ میں شیخ عمر مکیّ ؒ سے ملاقات

مکّہ میں شیخؒ نے حضرت شیخ عمر مکیؒ سے طریقۂ نقشبندیہ میں ارشاد کی اجازت حاصل کی اس سے پہلے جدّہ میں بھی وہ شیخ مکیؒ سے مل چکے تھے۔ شیخ مکیؒ کو "شیخ القرا" کہتے تھے۔ جب وہ تلاوت کرتے تو گویا کوئی فرشتہ تلاوت کر رہا ہوتا۔ وہ ظاہری بصارت سے محروم تھے۔

مدینہ میں حاضری

شیخ مکہ سے مدینہ پہنچے۔ روضۂ نبویؐ کی زیارت کی۔

شیخ محمد مدنی سے کسب اجازت

مدینہ میں قطب الاقطاب وغوث اصحاب شیخ محمد بن شیخ عبدالکریم السمان مدنی سے ملاقات کی اور سلاسل قادریہ، خلوتیہ اور چشتیہ میں سلوک کیا اور ان سے کئی سلاسل میں اجازتیں لیں۔ شیخ مدنی کے کہنے پر مسجد نبوی میں اعتکاف بیٹھے اور اس دوران کئی اسرار منکشوف ہوئے۔ اعتکاف کے عشرہ میں ہی رسالہ "کشف المحققین" لکھا۔

چونکہ شیخ محمد سمان مدنی، فارسی زبان نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے شیخ کابلی اپنی معروضات ایک مترجم کے ذریعے ان تک پہنچاتے اور شیخ مدنی ہر بات سننے کے بعد فرماتے۔ سبحان اللہ ذالک فضل اللہ۔ یہی ان کا تکیۂ کلام تھا۔

جب شیخ کابلیؒ مدینہ منورہ سے رخصت ہوئے تو شیخ مدنی نے اپنے بیٹے اور مریدوں کو مشایعت کے لئے ہمراہ بھیجا۔ جب تک روزہ نبویؐ نظر آتا رہا۔ شیخ کابلیؒ پیدل چلتے رہے۔ جب روضۂ نبویؐ نظر سے غائب ہوگیا، تو شیخ مدنیؒ کے احباب واپس چلے گئے اور شیخ کابلیؒ اونٹ پر سوار ہوگئے۔

حضرت شیخ کابلیؒ بلوچستان کے راستے واپس کابل آئے۔ راستے میں موٹے ہو گئے اور بہت تکلیف اٹھائی مگر حضرت علیؓ کی روحانی توجہ سے شفایاب ہوگئے۔

★ ریاض الحسن نوری

زُھد اور اس کی اہمیّت

(دورِ حاضر میں)

(قسط دوم)

حضرت امام غزالی قدس سرہٗ احیاء العلوم میں زُھد کے متعلق یوں لکھتے ہیں۔ (۱) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ (۲) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اثنائے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ جو کوئی لا الہ الا اللہ کہے گا۔ اس طرح کہ اس میں دوسری چیز نہ ملا دے تو اس کے لئے جنت واجب ہے۔ حضرت علیؓ نے اُٹھ کر عرض کیا کہ میرے پدر و مادر آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہؐ دوسری چیز نہ ملانے سے کیا غرض ہے۔ اس کی صفت یا تفسیر فرما دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ دنیا کی طلب اور اس کی پیروی کے لئے اس کو دوست رکھنا اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ قول تو رسولوں کے سے کہتے ہیں اور کام حکام ظالم کے سے کرتے ہیں تو جو کوئی لا الہ الا اللہ کہے اور ان امور میں سے اس میں کچھ نہ ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہے اور ایک حدیث میں ہے۔ (۳) کہ سخاوت یقین میں سے ہے اور یقین والا دوزخ میں نہ جاوے گا اور بخل شک میں سے ہے اور جس نے شک کیا۔ وہ جنت میں نہ جاوے گا اور یہ بھی ایک حدیث میں وارد ہے (۴) کہ سخی اللہ تعالےٰ سے قریب ہے۔ لوگوں سے قریب ہے جنت سے قریب ہے اور بخیل اللہ تعالےٰ اور مخلوق سے دُور ہے۔ دوزخ سے قریب ہے اور چونکہ بخل ثمرہ رغبت دنیا کا ہے اور سخاوت زُھد کا ثمرہ تو ظاہر ہے کہ ثمرہ کی صفت کرنی بعینہٖ مثمر کی صفت کرنی ہے اور حضرت ابن مسیبؒ حضرت ابوذرؓ

★ مشیر وفاقی شرعی عدالت و سپریم کورٹ آف پاکستان۔
مؤلف متعدد کتب و متون

سے روایت کرتے ہیں (۵) کہ جو شخص دنیا میں زہد کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں حکمت داخل کرتا ہے۔ پھر اس کی زبان سے حکمت ہی بلواتا ہے اور اس کو دنیا کا مرض اور اس کی دوا دونوں بتلا دیتا ہے اور اس کو دنیا میں سے دار السلام کی طرف سلامت نکالتا ہے اور روایت ہے کہ (۶) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ کے ساتھ ایسی اونٹنیوں پر گزرے کہ وہ بہت دودھ دیتی تھیں اور ایسی اونٹنیوں کو عرب کے لوگ بہت محبوب اور نفیس مال جانتے تھے کیونکہ اُن سے سب طرح کے فائدے تھے کہ بار برداری اور گوشت اور دودھ اور اون کے لئے مفید تھیں اور اسی وجہ سے کہ مال کی عظمت ان کے دلوں میں تھی۔ کلام مجید میں ارشاد فرمایا (۷) "وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ" (۷) غرضیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اونٹنیوں کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو ہم لوگوں کا بڑا عمدہ مال ہے۔ اس کو آپ کیوں نہیں دیکھتے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو منع فرمایا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۥ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ط (۸)

حضرت مسروقؒ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں (۹) کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ خدا تعالیٰ سے غذا کیوں نہیں طلب فرماتے کہ آپ کو کھانا کھلاوے اور آپ کی بھوک کی حالت دیکھ کر میں رو پڑی آپؐ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ قسم ہے اس کی ذات کی۔ جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر میں اپنے پروردگار سے دعا کرتا کہ میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں، تو اللہ تعالیٰ ان کو، جہاں میں چاہتا زمین پر میرے ساتھ کر دیتا لیکن میں نے دنیا کی بھوک کو سیری پر اور یہاں کے فقر کو غنا پر اور یہاں کے رنج کو خوشی پر اختیار کر لیا۔ اے عائشہؓ دنیا محمدؐ اور آل محمدؐ کو مناسب نہیں۔ اے عائشہؓ اللہ تعالیٰ نے رسولوں میں سے اولوالعزموں کے لئے یہی پسند کیا ہے کہ دنیا کی بُرائی پر صبر کریں اور اس کی محبوب چیز سے رُکے رہیں۔ پھر میرے لئے یہ پسند کیا کہ جس بات کا ان کو حکم کیا وہی میرے لئے پسند فرمایا کہ جیسا کہ کلام مجید میں ارشاد ہے۔

"فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (۴۶ : ۳۵)

جیسا انہوں نے صبر کیا۔ ویسا ہی میں بھی اپنے حتی الوسع کروں گا اور بدون خدا کی توفیق کے قوت بھی اس کام کی نہیں۔ حضرت عمرؓ کے حال میں کہتے ہیں کہ جب آپ کے وقت میں بہت سی فتحیں ہوئیں تو آپ کی بیٹی حضرت حفصہ ام المومنین رضؓ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ جب اور جگہ کے لوگ اطراف سے آپ کے پاس آیا کریں تو آپ نرم و باریک کپڑے پہنا کیجئے اور کچھ کھانے کے واسطے فرما دیا کیجئے کہ آپ بھی کھاویں اور دوسروں کو بھی کھلا دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے حفصہ تم کو معلوم ہے کہ مرد کا حال اس کی بی بی کو زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ درست و بجا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم سے بقسم پوچھتا ہوں کہ بھلا تم کو معلوم ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اتنے برس نبی رہے اور کبھی آپؐ نے اور ان کے گھر والوں نے دن کا کھانا شکم سیر ہو کر نہ کھایا اور رات کو کھایا تو دن کو بھوکے رہے اور تمہیں معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنے برسوں پیغمبر تھے مگر خرما سے بھی کبھی انہوں نے یا ان کے گھر والوں نے شکم سیر نہ کیا۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ نے خیبر کو مفتوح فرمایا اور تم جانتی ہو کہ ایک روز تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دسترخوان بچھایا کہ وہ کچھ اونچا تھا (۹) یہ امر آپ کو ناگوار ہوا۔ حتیٰ کہ چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ پھر آپ نے اس دسترخوان کو اٹھوا دیا اور کھانا اس سے کچھ نیچے، خواہ زمین پر رکھا گیا اور تم جانتی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کمبل کو دو تہ کر کے اس پر سویا کرتے تھے۔ ایک روز کسی نے اس کو چار تہ کر دیا کہ آپؐ نے اس پر خواب استراحت فرمائی۔ جب آپؐ جاگے تو ارشاد فرمایا کہ تم نے مجھے رات کے جاگنے سے روک دیا۔ اس سے کمل کی بدستور دو تہ کر کے بچھایا کرو (۱۰) اور تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے دھونے کے واسطے اتارتے اور دھو کر پھیلاتے۔ اتنے میں حضرت بلالؓ آکر نماز کی اطلاع کرتے تو آپؐ کے پاس دوسرا کپڑا نہیں ہوتا تھا کہ اس کو پہن کر نماز کے واسطے نکلتے۔ جب وہی کپڑے سوکھتے تو ان کو پہن کر نکلتے (۱۱) اور تم کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک عورت نے بنی ظفر میں سے دو چادریں ایک تہمد اور ایک دوپٹہ بنایا تھا اور ان میں سے ایک اوّل بھیج دی تھی، کہ

دوسری جب تک تیار نہ تھی۔ آپ اسی ایک چادر کو بدن پر لپیٹے ہوئے نماز کو نکلے۔ اور دوسرا کپڑا بدن پر کوئی نہ تھا۔ اسی کے دونوں کناروں کی گردن کے پاس گرہ لگا لی تھی اور اسی طرح نماز پڑھی (۱۲) غرض حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا حال بیان کیا کہ حضرت ام المومنین حفصہؓ رونے لگیں اور خود بھی رو دیئے اور ایسی دھاڑ ماری کہ لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ کی جان نکل جاوے گی اور بعض روایات میں حضرت عمرؓ کا قول اتنا اور زیادہ آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے دو ساتھی تھے جو ایک راہ پر چلے۔ اب میں اگر ان کے طریق کے سوا چلوں گا تو مجھے دوسرا ہی بیراہ سے کرایا جاوے گا اور میں بخدا کہ انہیں کی زندگی پر صبر کروں گا تاکہ ان دونوں کے ساتھ ویسا ہی عیش واسع پاؤں اور حضرت ابو سعید خدریؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے انبیاء فقر میں مبتلا کیے جاتے وہ کمل کے سوا اور کچھ نہ پہنتے مگر یہ حالت ان لوگوں کو زیادہ عزیز تھی؛ بہ نسبت اس کے کہ تم عطا کو پسند کرتے ہو (۱۳) اور حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کے پانی پر پہنچے تو ساگ کی سبزی ان کی لاغری کی جہت سے پیٹ سے معلوم ہوتی تھی۔ غرضکہ اللہ تعالےٰ کے انبیاء اور رسول جو خلق کی نسبت خدا تعالےٰ کو زیادہ جانتے تھے اور آخرت کی فلاح سے زیادہ واقف تھے۔ ان کا زہد میں یہ حال تھا اور حضرت عمرؓ سے ایک حدیث میں وارد ہے (۱۴) کہ جب یہ آیت اتری،

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ (۱۵)

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرابی ہے دنیا کی اور خرابی ہے دینار و درہم یعنی روپیہ و اشرفی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ہم کو خدا تعالےٰ نے سونے اور چاندی کے ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا۔ اب ہم کون سی چیز جوڑیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم کو یہ باتیں حاصل کرنا چاہئیں۔ زبان ذاکر اور دل شاکر اور بی بی نیک بخت کہ خاوند کو امر آخرت پر اس کی مدد کرے اور حضرت حذیفہؓ سے یہ حدیث مروی ہے (۱۶) من اثر الدنیا علی الآخرۃ

ابتلاہ اللہ ثبلاث ہما لا یفارق قلبہ ابدا و فقرا لا یستغنی ابداً و حرصا لا یشبع ابداً۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا ایک پُل ہے۔ اس پر سے اُتر جاؤ۔ اس پر عمارت بناؤ۔ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ اے نبی اللہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم ایک گھر بنا دیں۔ جس میں اللہ تعالےٰ کی عبادت کریں۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ پانی پر گھر بناؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ پانی پر عمارت کیسے ٹھہرے گی آپ نے فرمایا کہ عبادت دنیا کی محبت کے ساتھ کیسے بنے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے پروردگار نے مجھ پر یہ معاملہ پیش کیا کہ اگر تم چاہو تو سارے سنگستان مکہ کو تمہارے لئے سونا کر دیا جائے۔ میں نے عرض کیا کہ الٰہی مجھ کو منظور نہیں بلکہ میں ایک روز بھوکا رہوں اور ایک روز شکم سیر ہوں تاکہ جس روز میں بھوکا رہوں تو تیری درگاہ میں تضرع اور دعا کروں اور جس دن میں شکم سیر ہوں اس میں تیری حمد و ثنا کروں اور حضرت ابن عباسؓ سے روائیت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر جاتے تھے اور حضرت جبریلؑ علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے۔ آپ صفا پر چڑھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریلؑ قسم ہے اس ذات کی، جس نے تم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ شام کو آلِ محمدؐ کے نہ مٹھی ستو کی ہوئی، نہ آٹے کی۔ یہ کلام آپ کہنے نہ پائے تھے کہ ایک دفعہ ہی آسمان سے ایک کڑک کی آواز سنی۔ جس سے آپ کو خوف معلوم ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا قیامت کو حکم برپا ہونے کا ہوا۔ حضرت جبریلؑ نے عرض کیا کہ نہیں بلکہ یہ اسرافیل علیہ السلام ہیں کہ جب آپ کے کلام سنے، تو نیچے اترے ہیں۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ نے جو کچھ آپؐ نے کہا، وہ سُنا اور اب مجھ کو زمین کی کنجیاں لے کر بھیجا ہے اور حکم کیا ہے کہ آپ سے عرض کروں کہ اگر آپؐ کی مرضی ہو تو تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد اور یاقوت اور سونے چاندی کا کر کے آپ کے ساتھ پھراؤں اور اگر آپ چاہئیں تو پیغمبر اور بادشاہ ہو جائیں یا نبی اور بندہ۔ حضرت جبریلؑ نے آپ کی طرف اشارہ کیا کہ اللہ کے واسطے تواضع کیجئے۔ آپؐ نے تین بار فرمایا کہ میں رسول اور بندہ رہوں گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بہتری چاہتا ہے تو اس کو دنیا میں زاہد کر دیتا ہے اور آخرت کا راغب اور اپنے عیبوں کا بینا بنا دیتا ہے (۱۷) اور ایک شخص کو آپ نے فرمایا کہ دنیا میں زہد کر، خدا تعالےٰ تجھ کو محبوب جانے گا۔ اور لوگوں کے ہاتھ کی چیزیں میں زہد کر کہ لوگ تجھ کو محبوب جانیں گے اور ایک حدیث شریف میں کہ من اراد ان یوتیہ اللہ بغیر تعلم وھدیٰ بغیر ھدایۃ فلیزھد فی الدنیا (۱۸) اور ایک حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ من اشتاق الی الجنۃ سارع الی الخیرات ومن خاف من النار لہا عن الشہوات ومن ترقب الموت ترک اللذات و من زھد فی الدنیا ھانت علیہ المصیبات (۱۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مروی ہے (۲۰) کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ بدون مشقت نہیں ملتیں۔ اوّل سکوت، جو عبادت کا آغاز ہے۔ دوم تواضع، سوم کثرت ذکر، چہارم شئے کی قلت اور از انجا کہ انبیاء علیہم السلام خلق کو دنیا سے پھیرنے کے لئے ہی معبوث ہوئے تھے کہ اس سے پھیر کر متوجہ آخرت کر دیں اور انہوں نے جو خلق سے کلام کئے تو اکثر کلام متضمن دنیا کی برائی اور اس کی محبت کی مذمت پر تھے۔ اس جہت سے بعض دنیا کے سبب احادیث کا بیان کرنا غیر ممکن ہے مگر جو کچھ بیان کیا گیا۔ اسی قدر کافی ہے اور آثار بھی اسباب میں بہت ہیں۔ چنانچہ روایت ہے کہ لا الہ الا اللہ ہمیشہ بندوں کی طرف سے خدائے تعالےٰ کے غصّے کو ٹالتا رہتا ہے۔ جب تک کہ بندے وہ چیز نہ مانگیں جو ان کی دنیا سے کم ہو گئی ہو اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب تک دنیا کے معاملے کو دین کے معاملے پر ترجیح نہ دیں اور اگر ایسا کریں گے اور پھر کہیں گے، لا الہ الا اللہ تو اللہ تعالےٰ فرمادے گا کہ تم جھوٹے ہو اس کلمہ کے کہنے میں سچّے نہیں ہو اور بعض صحابہؓ سے روائیت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم سب نے اعمال کو کیا مگر امر آخرت کے باب میں دنیا کے زہد سے بڑھ کر کوئی عمل نہ پایا اور بعضے صحابہؓ نے ایک تابعیؒ سے فرمایا کہ تم عمل اور کوشش اصحابؓ کی نسبت زیادہ کرتے ہو۔ حالانکہ وہ تم سے بہتر تھے کسی نے پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ تمہاری نسبت دنیا میں زہد بہت کرتے تھے اور حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ دنیا میں زہد کرنا دل اور بدن کی راحت ہے اور بلالؓ بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ہمارا گناہ یہی کافی ہے کہ خدا تعالےٰ ہم کو دنیا میں زُہد

کرنے کو فرماتا ہے اور ہم اس میں رغبت کرتے ہیں۔
ایک شخص نے حضرت سفیان ثوریؒ سے عرض کیا کہ میری تمنا یہ ہے کہ کسی عالم زاہد کو دیکھوں۔ آپ نے فرمایا کہ کمبخت یہ تو کھوئی ہوئی چیز ہے جو ملتی نہیں اور وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ جب جنت والے ان کی طرف جاویں گے تو ان کے دربان ان سے کہیں گے کہ قسم ہے اپنے رب کی عزت کی کہ ان دروازوں میں زاہدوں سے پہلے کوئی نہ جاوے گا۔ جو جنت کے عاشق اور دنیا کے تارک تھے اور یوسف بن اسباطؒ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالےٰ سے تین باتیں چاہتا ہوں۔ اوّل یہ کہ جب میں مروں تو میرے پاس ایک درہم بھی نہ ہو۔ دوم یہ کہ مجھ پر کسی کا قرض نہ ہو۔ سوم یہ کہ میری ہڈی پر گوشت نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے یہ تینوں باتیں ان کو عطا فرمائیں۔ روایت ہے کہ کسی بادشاہ نے فقہا کے پاس کچھ انعام بھیجا۔ انہوں نے اس کو قبول کر لیا اور حضرت فضیل بن عیاضؒ کے پاس جو دس ہزار درہم بھیجے تو انہوں نے قبول نہ کیے۔ ان کے بیٹوں نے ان سے عرض کیا اور فقہا نے تو قبول کر لئے اور آپ باوجود افلاس کے پھیرے دیتے ہیں۔ حضرت فضیلؒ رو پڑے اور فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ میری مثال اور تمہاری ایسی ہی ہے۔ جیسے کچھ لوگوں کے پاس ایک بیل تھا اس سے کھیتی کرتے تھے۔ جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اس کو ذبح کر ڈالا۔ قبل اس کے کہ اس کے چمڑے سے منتفع ہوں۔ ایسے ہی تم میرا ذبح کرنا چاہتا ہو کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ بیٹو تم کو بھوک سے مر رہنا اس بات سے بہتر ہے کہ تم اپنے پدر پیر کو ذبح کرو۔ اور حضرت عبید بن عمیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اون پہنتے اور درختوں کے پتّے کھاتے۔ ان کے کوئی لڑکا جو مرے نہ گھر جو خراب ہو۔ کل کے واسطے کچھ نہ رکھتے تھے جہاں شام ہوتی، وہاں ہی سو رہتے اور ابو حازمؒ کی بی بی نے ان سے کہا کہ اب موسم سرما سر پر آ گیا ہے۔ ہم کو غلّہ اور کپڑے اور لکڑی کی ضرورت ہے کہ اس کے بدون چارہ نہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ ان سب چیزوں سے چارہ ہے۔ چارہ اس سے نہیں کہ مریں گے اور اس کے بعد اٹھائے جاویں گے اور خدائے تعالےٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے پھر جنت بپا ہو گی یا دوزخ۔
حضرت حسنؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ اپنے کپڑے کیوں نہیں دھوتے۔ آپ نے

فرمایا کہ مرگ اس سے بھی جلد تر ہے۔ یعنی موت بہت قریب ہے اور حضرت ابراہیم بن ادھمؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر تین پردے ہیں۔ جب تک وہ دُور نہیں ہوتے تب تک بندے پر یقین ظاہر نہیں ہوتا۔ ایک موجود چیز سے خوش ہونا اور دوسرے مفقود پر رنج کرنا، سوم تعریف سے خوش ہونا۔ پس جب کوئی موجود چیز سے خوش ہوتا ہے تو وہ حریص ہے اور جب مفقود پر غم کرتا ہے تو غصہ کرنے والا ہے اور غصے والے کو عذاب ہوتا ہے اور جب تعریف سے خوش ہوتا ہے تو تعجب کرتا ہے اور عجب عمل کو باطل کر دیتا ہے اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ جس شخص کا دل زاہد ہے۔ اس کی دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی کوشش سے عبادت کرنے والوں کی تمام عمر کی عبادت کی نسبت محبوب اور بہتر ہیں اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جو چیزیں خدا تعالیٰ نے ہم سے پھیر دیں اور ہم کو نہیں دیں۔ ان میں اس کا انعام ہمارے اوپر زیادہ ہے بہ نسبت ان اشیاء کے جو ہم کو دی ہیں اور گویا اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ ان اللہ یحمی عبدہٗ المومن من الدنیا وھو یحبہ کما تحمون مریضکم الطعام والشراب تخافون علیہ (۲۱) پس اگر مریض اس بات کو سمجھے تو جانے کہ لوگوں کا سلوک کھانے کے نہ دینے میں، جس کا انجام صحت ہی دینے کی نسبت کر زیادہ ہے۔ جس کا ثمرہ مرض ہے اور حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ دنیا دار فانی ہے نہ باقی، اور خانۂ مصیبت ہے نہ خانہ راحت۔ جو اس کو پہچان لیتا ہے۔ وہ اس کی وسعت پر خوش نہیں ہوتا ہے۔ نہ تنگی پر رنج کرے اور حضرت سہل تستریؒ فرماتے ہیں کہ کسی عابد کا عمل خالص نہیں ہوتا۔ جب تک چار چیزوں سے فارغ نہ ہو۔ بھوک اور برہنگی اور فقر اور ذلت اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے اور ایسوں کے ساتھ رہا ہوں کہ دنیا کی کسی بات سے خوش نہ ہوتے تھے۔ کوئی شے ان پر آوے اور کسی چیز پر رنج نہ کرتے تھے۔ جو چلی جاوے اور دنیا ان کے نزدیک خاک سے بھی ذلیل تر ہے۔ بعضے پچاس برس اور ساٹھ برس زندگی بسر کرتے تھے۔ اس طرح کہ نہ کبھی ان کا کپڑا تہ ہوا، نہ ان کے لئے ہنڈیا چڑھی نہ زمین پر کچھ بچھا اور نہ کبھی اپنے گھر میں کھانے کو کھایا۔ جب رات ہو جاتی تو کھڑے ہو جاتے۔ سجدے کرتے، آنسوں رخساروں پر بہاتے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنی آزادی کے لئے سرگوشی

کرتے رہتے۔ جب نیکی کرتے تو اس کے شکر میں مشغول ہو جاتے اور اللہ سے اس کے قبول کی درخواست کرتے۔ اور جب بدی کرتے تو رنج کرتے اور درخواست مغفرت کرتے۔ ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے تھے مگر بجز اکہ گناہوں سے نہیں بچے اور نہ بدون مغفرت اور رحمت الٰہی کے ساحل نجات پر پہنچے۔

(جاری ہے)

حوالہ وحواشی

۱۔ مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین جلد چہارم ؛ باب چہارم فقر و زہد فصل دوم ؛ مترجم احسن نانوتوی۔

۲۔ سند جابرؓ سے نہیں ملی۔ حکیم ترمذی نے نوادر میں بروایت حضرت زید بن ارقم اس کو نقل کیا ہے۔

۳۔ فردوس ؛ حضرت ابو منصورؒ ؛ بروایت حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ۔

۴۔ حکیم ترمذیؒ بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

۵۔ اس کی سند حضرت ابوذرؓ سے مجھے نہیں ملی۔ ابنِ ابی الدنیاؒ نے بروایت حضرت صفوان بن ابی مسلمؓ سے مرسلاً روایت کیا ہے اور ضعیف ہے۔

۶۔ اس کی اصل مجھے نہیں ملی۔

۷۔ القرآن ؛ ۸۱ ؛ ۴ ' ترجمہ (اور جب حملکی اونٹنیاں چھوٹی پھریں)

۸۔ القرآن ؛ ۲۰ ؛ ۱۳۱ ' ترجمہ (اور اے سننے والے اپنی آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو برتنے کے لئے دی ہے جتنی دنیا کی تازگی کہ ہم انہیں اس کے سبب فتنہ میں ڈالیں)

۹۔ بخاری ؛ بروایت حضرت انسؓ۔

۱۰۔ ترمذی ؛ در شمائل بروایت اُم المومنین حضرت حفصہؓ۔

۱۱۔ بزار ؛ بروایت حضرت ابو درداءؓ۔

۱۲۔ ابن ماجہ ؛ بروایت حضرت عبادہ بن صامتؓ بسند ضعیف۔

۱۳۔ ابن ماجہ ؛

۱۴۔ ابن ماجہ و ترمذی : مگر ان میں دنیا اور درہم کی خرابی کا مذکور نہیں۔ اس کو طبرانی نے بروایت ثوبان روایت کیا ہے۔

۱۵۔ القرآن ؛

۱۶۔ ترجمہ (کہ کبھی پیٹ نہ بھرے) اس کی سند مجھے نہیں ملی۔

۱۷۔ مسند فردوس ؛ حضرت ابو منصورؒ ۔ بروایت حضرت انسؓ بسند نہایت ضعیف۔

۱۸۔ ترجمہ ؛ (جو شخص چاہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو علم بے سیکھے اور ہدایت بے رہنمائی کے دے تو اس کو چاہیئے کہ دنیا میں زہد کرے) اس کی اصل مجھے نہیں ملی۔

۱۹۔ **ضعفا** : ابن حبانؒ ۔ بروایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ۔

(ترجمہ (جو شخص جنت کا مشتاق ہوتا ہے۔ وہ خیرات کی طرف دوڑتا ہے اور جو دوزخ سے ڈرتا ہے۔ وہ شہوات کو بھول جاتا ہے اور جو موت کا منتظر ہوتا ہے۔ وہ لذتوں کو چھوڑ دیتا ہے اور جو دنیا میں زہد اختیار کرتا ہے۔ اس پر مصیبتیں آسان ہو جاتی ہیں)

۲۰۔ طبرانی و حاکم ، بروایت حضرت انسؓ۔

۲۱۔ ترجمہ (اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کو دنیا سے بچاتا ہے۔ حالانکہ وہ اس سے محبت رکھتا ہے۔ جیسے تم اپنے بیمار کو کھانے سے بچاتے ہو کہ اس سے تم ڈرتے رہتے ہو)

بقیہ : الذکر المیمون

چلنے لگیں۔ تب آپؐ نے فرمایا کہ بہشت میں جو بھی جائے گا۔ وہ نوجوان ہی ہو کر جائے گا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا ۔ کہ ہم مومنات کو محشر میں پیدا کریں گے۔ دوسری پیدائش کہ ان کو نوجوان لڑکیاں بنا دیں گے۔ (آیت کا یہ مطلب ہے کہ دنیا کی عورتوں کو جو کہ جنت میں جائے گی۔ دختر نوجوان بنا دیا جائے گا۔ اس حدیث کی رو سے ہے اور بعض مفسرین نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ حوروں کو ہم نے ہم عمر نوجوان بنایا ہے)

ڈاکٹر محمد ریاض *

" ذخیرۃ الملوک " مؤلفہ میر سید علی ہمدانی **

ایک مطالعہ اور تحقیق

" ذخیرۃ الملوک " کے ایک مخطوطہ نوشتہ ۸۵۲ھ (۱) کے آخر میں کاتب نے عربی میں بڑی عمدہ بات لکھی ہے ، " تم الکتاب المسمی بالذخیرۃ التی لم یوجد فی خزائن الملوک " ۔ یہ کتاب مؤلف نے اپنے ارادت مند امرا و حکام کے لئے لکھی مگر اس کا افادہ عام اور ابدی ہے ۔ مؤلف ایک مصنف ، شاعر ، مبلغ اور صوفی تھے مگر ایک عالم دین کے طور پر بھی ان کا مقام بے حد بلند و رفیع رہا ہے ۔ ' ذخیرۃ الملوک ' حجۃ الاسلام امام محمد غزالی (و ۵۰۵ھ) کی کتب احیاء علوم الدین اور کیمیائے سعادت کی سی ایک تالیف ہے ۔ امام موصوف کی طرح اس کے مصنف کا رجحان بھی تصوف کی طرف تھا اور وہ صوفیہ کی روایات وحکایات کتاب میں نقل کرتے رہے مگر مجموعی طور پر کتاب میں قرآن مجید ، مصدقہ احادیث رسولؐ اور تاریخی وثقہ واقعات کے حوالے زیادہ ملتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب اپنے عصر تالیف (آٹھویں صدی ہجری) سے تیموریان برصغیر کے عہد آخر تک مدنیت اسلام کے اہم تر منابع کے طور پر شامل نصاب ومطالعہ رہی ہے (۲) یہ کتاب لاطینی ، فرانسیسی ، اُردو ، پشتو اور ترکی زبانوں میں مکمل یا جزوی طور (۳) پر

---

* ۔ ولادت ۴ ، مارچ ۱۹۳۵ء ۔ صدر شعبہ اقبالیات علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد ۔
آثار ۱ ۔ اقبال لاہوری و دیگر شعرائے فارسی گویاں ۔
۲ ۔ احوال و آثار واشعار میر سید علی ہمدانی ۔

** ۔ بشکریہ مجلہ " دانش " شمارہ ۲ ۔ تابستان ۱۳۶۷ ۔

ترجمہ ہو چکی ہے۔ ۱۳۲۱ھ میں چوہدری نیاز علی خان نے اسے امرتسر سے چاپ سنگی سے مزین کروایا۔ اس طبع کی بنیاد پر بہاول پریس لاہور سے بھی ایک ایڈیشن نکلا تھا۔ بیسویں صدی کے ربع دوم کے ابتدائی سالوں میں علامہ محمد اقبال نے اس کتاب کو منشی محمد دین فوق کشمیری (و ۱۹۴۵ء) یا کسی اور سے (۴) حاصل کر کے مطالعہ کیا اور اس سے عمیق تاثر لیا، جو جاوید نامہ (طبع اوّل ۱۹۳۲ء) کے حصہ "آں سوئے افلاک" میں مشہود ہے ۱۹۵۲ء میں ڈاکٹر علی اصغر حکمت مرحوم نے انقرہ کے ایک بین الاقوامی سیمینار میں اس کتاب کے بارے میں فرانسیسی میں ایک مقالہ پڑھا (۵) جو مقرر نے ملخص صورت میں تہران سے ماہنامہ یغما میں بھی از ہمدان تا کشمیر کے عنوان سے اسی سال (۶) شائع کروایا بلکہ ذخیرۃ الملوک" کے اسلوب نگارش اور اسی کے مخطوطات کے خزائن کے بارے میں انہوں نے مذکورہ رسالے کی ایک دوسری اشاعت میں بھی مقالہ شائع کروایا (۷) راقم حروف نے ان دونوں کو اردو (۸) میں ترجمہ کر کے شائع کروایا تھا مگر حکمت مرحوم کو علم نہ تھا کہ یہ کتاب برصغیر میں مدتوں متداول اور معروف رہی یا اتنی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ انہوں نے اس وقت تک ڈاکٹر غلام محی الدین صوفی (و ۱۹۶۲ء) کی معروف انگریزی کتاب (۹) کشیر (در دو مجلد) بھی نہ دیکھی تھی۔ راقم سطور کی میر سید علی ہمدانی کے بارے میں تحقیقات اجمالی صورت میں مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد نے حال ہی میں ۵۰۰ صفحات میں شائع کی ہے۔ مقالوں کا سلسلہ اردو، انگریزی اور فارسی میں ۱۹۶۶ء سے جاری رہا ہے۔ اب تک تین مزید سکالر میں سید علی ہمدانی کے بعض پہلوؤں پر فارسی میں تحقیق کر کے ڈاکٹریٹ کی اسناد لے چکے ہیں۔ بلکہ ایک چوتھے نے بھی (۱۰) جو سید موصوف کے مستقیمی اخلاف میں سے ہیں۔ انگریزی میں مقالہ لکھ کر ماسٹر آف فلاسفی کی ڈگری لی ہے۔ اس کے باوجود میر سید علی ہمدانی کی سی عہد ساز شخصیت اور ان کی تصانیف کے بارے میں مزید تحقیق کے لئے کسی اعتذار کی ضرورت نہیں۔

ذخیرۃ الملوک، کے سبب تالیف کے بارے میں مؤلف آغاز کتاب میں حمد، نعت اور منقبت کے بعد لکھا ہے۔

"..... مدتی بود کہ کہ جمعی از ملوک و حکام اھلِ اسلام و اماجد و اشراف نوع انام کہ در استصلاح امور دین اهتمام می نمودند و آئینہ دل از غبار ادناس

آثام می زدو دند، کثر اللہ فی الدنیا امثالہم وحسن فی العقبی مآلہم ومنالہم، بسبب عقد محبت و رابطۂ مودّت کہ با این ضعیف داشتند، ازین فقیر ہر وقت التماس تذکرۂ مفید میکردند و باعث عزم در ابراز این معنی مستردد می بود و ہر نوع از عوارض حوادث و مصارف صوارف مانع آن می گشت تا درین مدت بموجب التماس عزیزی آن عزم متجدد گشت و بمقتضای آن التماس این مختصر تحریر آن ـ مشتمل بر لوازم قواعد سلطنت صوری معنوی، مبنی بر ذکر احکام حکومت و ولایت و تحصیل سعادت دنیوی و اخری ممہد بر دہ باب .....“

مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے کہ ”ذخیرۃ الملوک“ مؤلف کی نظر میں ایک مفید تذکرہ یا یادداشت ہے۔ وہ کتاب کو مختصر قرار دیتے ہیں مگر مطبوعہ کتاب (۱۳۲۱ھ) معیاری تقطیع کے مطابق ہے اور ۳۰۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس ’عزیز‘ کے اصرار پر وہ کتاب لکھنے کا اشارہ کرتے ہیں۔ وہ بظاہر کشمیر کا بادشاہ شہاب الدین شاہمیری (۷۵۵-۷۹۶ھ) ہوگا یا اس کا چھوٹا بھائی قطب الدین شاہمیری (۷۵۵-۷۹۶ھ)۔ لیکن کتاب کے دس ابواب کے عنوانات لکھے جانے یا اس کے محتویات و مشمولات پر بحث پڑھنے سے قبل قارئین توقع رکھیں گے کہ کتاب کے مؤلف اور ان کے آثار و افکار کے بارے میں بالاختصار کچھ جان سکیں۔

احوال و خدمات

سید علی ہمدانی ۱۲ رجب ۷۱۴ھ کو ہمدان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سید شہاب الدین طبقۂ امرا میں سے تھے۔ ان کی والدہ سیدہ فاطمہ تھیں۔ سید علاء الدولہ سمنانی (و ۷۳۶ھ) موصوف کے عم زاد تھے۔ سید علی ہمدانی کے نام پر ”امیر“ یا ”میر“ کا احتراماً اضافہ کرتے ہیں۔ علی ثانی، حواری کشمیر اور شاہ ہمدان ان کے معروف القاب ہیں۔ آخری لقب کا لفظ ’شاہ‘ بھی احترامی ہے اور سادات یا صوفیہ وغیرہ اس عنوان سے مزین کئے جاتے رہے ہیں سید علی یوں تو کئی بزرگوں سے ملتے اور مستفید ہوتے رہے، مگر علاء الدولہ سمنانی، شیخ اخی علی دوستی سمنانی (و ۷۳۴ھ)، شیخ محمود مزدقانی رازی (و ۷۶۶ھ) اور شیخ محمد بن محمد اذکانی اسفرائینی (و ۷۷۹ھ) ان کے باقاعدہ مربی اور مرشد رہے ہیں۔ سید موصوف کے احوال و آثار

پر مشتمل قدیم کتابیں دو ہیں : خلاصۃ المناقب مؤلفہ شیخ نور الدین جعفر بدخشی (درسال ۷۸۷ھ جب کہ مؤلف کا انتقال ۷۹۷ھ میں ہوا) اور منقبۃ الجواہر یا مستورات نوشتہ حیدر بدخشی (قرن نہم ھ : وہ سید عبداللہ برزش آبادی مشہدی متوفی ۸۷۲ھ کے مرید تھے) البتہ قریب العہد تاریخ و تذکرات کی کتابوں میں بھی ان کا ذکر ملتا ہے۔ ان کے زندگی نامے کا خلاصہ یہ ہے۔ ۷۳۴ھ تک، جب کہ ان کی عمر ۱۲ برس تھی۔ آپ شیخ اخی علی دوستی سمنانی کی خدمت میں رہے۔ اس کے بعد آپ دو دھوں تک سیر و سیاحت کرتے رہے۔ اس دوران ۷۴۱ھ میں آپ وادی جموں و کشمیر سے گزرے تھے۔ آپ بعمر ۴۰ سال ہمدان لوٹے اور رشتۂ ازدواج سے وابستہ ہوئے۔

آپ مدتوں وعظ و تبلیغ فرماتے رہے۔ جمہوریہ تاجیکستان کے موجودہ مقام 'کولاب' کا پرانا نام ختلان ہے۔ یہ مقام آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ یہاں آپ نے خانقاہ اور مسجد بنوائی تھی۔ ۷۷۳ھ میں آپ وہاں متمکن نظر آتے ہیں۔ یہیں امرائے تیموری کے مظالم کے خلاف بولنے اور خود امیر تیمور گورکانی کو کھری سنانے کے جرم کی پاداش میں آپ ملک بدر کر دیے گئے اور ۷۷۴ھ میں آپ وادی کشمیر آوارد ہوئے (۱۱) سید موصوف کے ساتھ کئی سو دیگر سادات بھی وادی میں وارد ہوئے اور یہیں کے ہو کر رہے۔ ان حضرات کے ذریعے خطۂ کشمیر اسلامی ایرانی تہذیب اور فارسی زبان و ادب کا اہم تر مرکز بن گیا اور ایران صغیر کے لقب سے موسوم ہونے لگا۔

سید علی ہمدانی نے ۱۲ بار حج کیا۔ وہ اصلاحی اور تبلیغی اہداف و مقاصد کی خاطر اکثر سفر میں رہے۔ ان کی زندگی کے آخری دس بارہ سال البتہ کشمیر اور نواحی علاقوں بلتستان (تبت خرد) اور گلگت وغیرہ میں گزرے۔ کشمیر میں اسی آٹھویں صدی کے اوائل سے باقاعدہ طور پر اسلام کا تداول ہوا تھا۔ سید عبدالرحمٰن بلبل شاہ ترکستانی (۷۲۷ھ) یہاں کے پہلے مبلغ اسلام تھے۔ خود شاہِ ہمدان کی کوششوں سے کوئی چالیس ہزار افراد نے شرف اسلام حاصل کیا۔ پاکستان کے شمالی علاقوں کے وہ اولین مبلغ اسلام تھے اور بلتستان کی وادی (۱۲) شگر کی بعض مساجد میں ان کے آثار و طبقات موجود بتائے جاتے ہیں۔ روایت ہے کہ وہ وادی چھوربٹ سے سرینگر کی طرف لوٹے تھے۔

میر سید علی ہمدانی، کشمیر کے معاصر سلاطین شاہمیری کی دعوت پر اس وادی میں آئے تھے اور ان

کی نظر میں بے حد مکرم و محترم تھے۔ ان کے معاصر دونوں بادشاہوں کے نام اوپر مذکور ہو چکے ہیں۔ سید ممدوح کا سرینگر میں مرکز تبلیغ وہ مقام تھا۔ جہاں بعد میں ان کے اکلوتے صاحبزادے میر سید محمد ہمدانی (۷۷۴ھ - ۸۵۴ھ) نے ۷۹۹ تا ۸۰۱ھ کے دوران میں خانقاہ معلی یا مسجد شاہ ہمدان تعمیر کروائی تھی۔ میر سید محمد ہمدانی کی اصلاحی اور تبلیغی سرگرمیوں کے اہم تر مرکز وہ علاقے رہے جو آج کل آزاد کشمیر کہلاتے ہیں۔ (۱۳)

میر سید علی ہمدانی، ذی الحجہ ۷۸۶ھ کے اوائل میں ہزارہ کے حاکم سلطان خضر شاہ کے مہمان تھے اور یہاں وعظ و ارشاد فرما رہے تھے کہ بیمار ہو گئے۔ یہیں مانسہرہ کے مقام پکھلی پر ۶ تاریخ کو آپ کا انتقال ہو گیا۔ ان کی وصیت کے مطابق نعش مبارک کو مذکورہ ختلان (کولاب) میں دفن کیا گیا۔ ان کے مقبرے میں ان کے خاندان کے ۱۱ دوسرے افراد بھی مدفون ہیں۔ (۱۴)

خدمات

حضرت میر سید علی ہمدانی دین و دنیا کے جملہ تقاضوں پر نظر رکھنے والے بزرگ تھے۔ صدق مقال اور کوشش و کار کے ذریعہ حصول اکل حلال ان کے شیوے تھے۔ انہوں نے امراء و حکام کے ذریعے کئی رفاہ عامہ کے کام انجام دلوائے جیسے شاہراہوں اور مدارس مساجد اور کارواں سراؤں کی تعمیر۔ وہ صنعت و حرفت کے قدردان تھے۔ چنانچہ خود ٹوپیاں سی کر کسب معاش کرتے رہے۔ انہوں نے وادی کشمیر میں بالخصوص ایرانی صنائع کو متداول کروایا اور حکام کشمیر کو صنعت شال بافی کی سرپرستی کرنے پر آمادہ کیا۔ انہوں نے ختلان اور کشمیر میں کتب خانے کھلوائے اور عربی فارسی زبانوں کی ترویج و تعلیم کے سلسلے میں اقدامات کروائے۔ شرع اسلامی کے نفاذ کے سلسلے میں ان کی مساعی دیگر امور پر مقدم رہیں۔ انہوں نے فرقہ بندی، فقہی اختلافات اور خاندانی برتری کے دعووں کی بارہا مذمت کی۔ سید موصوف کی کوششوں سے شاہمیریان کشمیر اور سلاطین تغلق کے باہمی اختلافات ختم ہوئے اور دوستی و خویشاوندی کی فضا قائم ہوئی۔ انہوں نے تبلیغ و اصلاح کا کام حکمت و بصیرت کے ساتھ انجام دیا اور اس ضمن میں ان کا "حواری کشمیر" کا لقب بالخصوص توجہ طلب ہے۔

مصنف اور شاعر

حضرت شاہ ہمدان عربی اور فارسی میں شعر بھی کہتے تھے۔ فارسی میں ان کی ۴۱ غزلیں اور چند رباعیات شائع ہوتی رہی ہیں۔ جبکہ ان کے عربی اشعار محدود مقدار میں ان کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ ان کی مفصل تر کتاب تو یہی "ذخیرۃ الملوک" ہے مگر مختصر اور متوسط ضخامت کی حامل ان کی عربی اور فارسی کتابوں کی تعداد سو سے متجاوز ہے۔ ان کے بعض رسائل چند صفحوں پر مشتمل ہیں، جب کہ بعض رسائل و کتب سو سو ورق و برگ سے متجاوز ہیں۔ ان میں کئی مطبوعہ ہیں اور کئی مخطوطوں کی صورت میں اور بعض عربی سے فارسی یا اُردو میں، نیز فارسی سے اُردو میں ترجمہ بھی ہو چکی ہیں۔ ان کی تفصیل یہاں لکھی نہیں جا سکتی تاکہ قارئین ذخیرۃ الملوک پر ہی توجہ مبذول رکھ سکیں۔ البتہ یہ حاشیہ بعض کتب و رسائل کا موضح بنے گا۔ (۱۵)

ذخیرۃ الملوک کے ابواب دہ گانہ

مصنف نے کتاب کی تمہید میں اجمالی طور پر کتاب کے ابواب گنوائے ہیں مگر ہر باب کے آغاز میں یہ ابواب تفصیلی طور پر مذکور ہیں۔ باب سوم اور باب پنجم خاصے مشترک المعانی ہیں۔ ان ابواب کے عنوانات ہم اصل فارسی میں ہی نقل کرتے ہیں؛

باب اول :۔ در شرائط و احکام ایمان و لوازم کمال آنکہ سبب نجات بندہ است از عذاب ابدی و وسیلۂ وصول او بدوام نعیم سرمدی۔

باب دوم :۔ در ادای حقوق عبودیت۔

باب سوم :۔ در مکارم اخلاق و حسن خلق و وجوب تمسک حاکم و پادشاہ بسیرت خلفای راشدین کہ پیشوای سلاطین اہل اسلام و مقتدای حکام و ملوک انا اند۔

باب پنجم :۔ در احکام ولائیت و سلطنت و امارت و حقوق رعایا و شرائط حکومت و خطر عہدۂ آن وجوب عدل و احسان۔

باب چہارم :۔ در حقوق والدین و زوج و زوجہ و اولاد و عبید و اقارب و اصفا۔

باب ششم :۔ در شرح سلطنت معنوی و اسرار خلافت انسانی، و کیفیت سیاست و

روحانی و اطلاع بر صلاح و فساد مملکت جسمانی و مشابہت تصاریف ولائیت حسی با مقادیر اسرار خلافت نفسی۔

باب ہفتم:۔ در بیان وجوب امر معروف و نہی منکر و فضائل و شرائط و آداب آن و بیان تفاصیل عادات مالوفہ و رسوم معتادہ کہ درمیان خلق متداول و متعارف گشتہ و آن جملہ از منکرات است و منع از آن جملہ واجب۔

باب ہشتم:۔ در بیان فضیلت شکر و حقیقت و اقسام آن و شرح و ذکر نموداری از انواع انعام و افضال حضرت صمدیت عز شانہٗ بر بندگان علی التوالی، خاصہ ملوک و حکام کہ وجود ایشان را مفاتیح نعم و مقالید نقم گردانیدہ اند۔

باب نہم:۔ در بیان فضیلت صبر و حقیقت آن و ذکر تفاصیل مقام صبر و شکر و اختلاف علماء در ترجیح و تفصیل ہر یک از این در مقام بر دیگری۔

باب دہم:۔ در مذمت کبر و غضب و فضیلت تواضع و عفو کہ از آفات و لوازم امور حکومت و ولائیت است و اقسام کبر و علامات وجود و حقیقت و آفت آن و بیان اسباب ظہور و کیفیت ازالت آن۔ (۱۶)

یہاں تیسرے باب کے بعد پانچواں اس خاطر لکھا گیا کہ اُن دونوں کے مطالب زیادہ مربوط ہیں البتہ مصنف نے بیچ میں چوتھا باب اس خاطر لکھا کہ جملہ افراد معاشرہ کے حقوق و فرائض کی توضیح آجائے۔

جیسا کہ عنوانات سے مترشح ہے، ذخیرۃ الملوک عرفان و تصوّف کے عناصر کی متحمل ہونے کے باوجود، اسلام کے آداب و اخلاق اور حکمت دین کی ایک قابل قدر کتاب ہے۔ اب مناسب ہوگا کہ ہم اس کے دہ گانہ ابواب میں سے ہر ایک پر ایک نظر ڈالتے چلیں بمصنف کے منابع پر بھی توجہ کرنا ہوگا، خواہ وہ منثور ہوں یا منظوم۔ قرآن مجید اور احادیث نبوی[۲] کے بعد مصنف کا بڑا ماخذ امام محمد غزالی کی کتاب احیاء علوم الدین رہی ہے۔ فارسی اشعار کچھ تو مصنف کے اپنے ہیں اور کچھ سنائی (و ۵۳۵ھ)، نظامی (و تقریباً ۶۱۰ھ)، عطار (و ۶۱۸ھ)، رومی (و ۶۷۲ھ)، سعدی (و ۶۹۱ھ) اور حافظ (و ۷۹۱ھ) وغیرہم کے۔ سعدی کی بوستان و گلستان اور رومی کی مثنوی کی بعض حکایات بھی کسی قدر اختلافی صورت میں ذخیرۃ الملوک میں منعکس دکھائی دیتی ہیں۔

باب اوّل

مصنف کا اسلوب نگارش جزیل، متین اور عالمانہ ہے۔ وہ آیات و احادیث یا عربی عبارات جہاں نقل کرتے ہیں۔ وہاں بالعموم ان کا فارسی ترجمہ بھی دیتے ہیں۔ اس کے مطابق وہ آیۂ مبارکہ '' امنو باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا '' کے بعد معروف حدیث حقیقت ایمان نقل کرتے ہیں۔ اس حدیث میں حضرت جبرائیلؑ نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کی موجودگی میں انسانی صورت میں مجسم ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا، فرشتوں الہامی کتابوں، رسولوں، قیامت، تقدیر بد و نیک، توحید و رسالت، نماز، زکوٰۃ، صیام حج، احسان اور علامات قیامت کی سوال و جواب کی صورت میں تعلیم دی تھی۔ یہ حدیث منجملہ دیگر ماخذ، مسلم شریف میں بھی وارد ہے۔ مصنف یہاں مجمل اور مفصل ایمان کی شرح و بسط کے ساتھ توضیح کرتے ہیں اور بعض معروف احادیث کی سند لاتے ہیں جیسے:
جس میں امانت نہ ہو اس میں ایمان نہیں اور جس کا عہد و ایمان نہ ہو۔ اس میں دین نہیں (بروائیت حضرت انس بن مالک)
دوزخ و بہشت ہر کسی کے مرقوم و معین ہے مگر ہمیں بہتر اعمال کی کوشش سے دست کش نہ ہونا چاہیئے۔ اہلِ سعادت کے لئے نیکی کرنا آسان رہے گا اور اہل شقاوت کے لئے طبعاً مشکل کیونکہ ان لوگوں پر شیاطین اور آثام و معاصی کی لذت غالب رہیں گے۔
بروائیت حضرت علیؓ)

اس باب میں ایک دوبیتی بھی منقول ہے؛

تا بادیۂ درد بیابان نبری
از ہیچ طرف راہ بدرمان نبری
تا بر سر نام و کام گامی نزنی
بوئی ز نسیم وصل جانان نبری (۱۷)

اس باب میں ایک تو حدیث معروف کی رو سے حقیقت ایمان کے چھ اصول واضح کئے گئے ہیں؛ خدا، فرشتوں، الہامی کتب، انبیاء، قیامت اور قدر و قضا کے منجانب اللہ ہونے کی معرفت اور اس کے بعد حقیقت اسلام کے پانچ ارکان: توحید و رسالت کی شہادت، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ـــــ زکوٰۃ و حج صاحبان ثروت کے لئے مخصوص

رہیں۔ البتہ ملک میں نقص امن اور فساد کا خطرہ ہو تو امیر و حاکم سے حج کی فرضیت ملتوی اور ساقط رہے گی۔ مصنف نے ایک اصول کو واضح کیا اور مناسب تمثیلات اور حکایات کے ذریعے بات کی تفہیم کروائی ہے۔

باب دوم

ادائے حقوق عبودیت' کے عنوان سے مصنف نے نماز، زکوٰۃ اور روزہ کی عبادات کی اہمیت اور ان کے جزئیات و آداب سے بحث کی ہے۔ آغاز گفتار اس طرح ہے:

" در اداء حقوق عبودیت و اقسام این نوع بسیار است و افضل ہمہ نماز است و آں ستون دین است و ترک آں ویرانی دین است۔ چنانچہ لفظ حدیث نبوی بدان ناطق است کہ الصلوٰۃ عماد الدین فمن اقامھا فقد اقام الدین و من ترکھا فقد ھدم الدین۔ بعد از نماز زکوٰۃ است و ازیں جہت حضرت حق وجل علا نماز را بر ہمہ طاعات مقدم داشت و ہر جا کہ بہ نماز امر فرمود، زکوٰۃ را قرین آن گردانید کہ اقیموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ، بعد از آں روزہ کہ سد مجاری شیطان و سیر آتش حرمان است ....."

...... بعد میں نماز کے وجوب اس کی صحت و تندرستی اُس کے اوقات محبوب نیز راز نماز کے بارے میں احادیث رسولؐ منقول ملتی ہیں۔ ایک روایت میں صغیرہ و کبیرہ گناہوں کا ضمنی ذکر آیا ہے کہ:

" ابو ہریرہ روایت کرد کہ رسول اللہ علیہ السلام فرمود کہ نماز پنجگانہ و نماز آدینہ تا نماز آدینہ و روزۂ رمضان تا روزہ رمضان پاک کنندہ گناہان صغایر است کہ درین میان از بندہ صادر می شود ہر گاہ کہ بندۂ ارتکاب کبائر روا ندارد" یہاں مصنف کبیرہ گناہوں کی تعداد کے بارے میں وارد گفتگو ہوتے ہیں، اور اس موضوع پر انہوں نے ایک دوسری (۱۸) کتاب میں بھی لکھا ہے۔

ذخیرۃ الملوک پر امام ابو حامد محمد غزالی کی کتاب احیاء علوم الدین کے اثرات کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔ اس مصنف اور کتاب کا حوالہ اسی باب دوم میں ملتا ہے۔ حقیقت نماز کی عرفانی بحث اس باب میں مصنف کے رسالہ 'فتوتیہ'، کی سی ہے (۱۹) سورۂ فاتحہ کے حقائق بیان کرنے کے بعد مصنف کا انداز تخاطب بتا رہا ہے کہ یہ کتاب گویا کسی مرید داماد

کے اصرار پر لکھی گئی تھی: "می خواستم کہ بجہت تحقیق کلمات فاتحہ شرحی کہ نوشتہ شود کہ لائق فہم تو باشد ولی زبان وقت این املا کرد۔ واللّٰہ غالب علی امرہ (۲۱ : ۱۲)۔ جہد کن تا بود کہ از سعادت روائح این معانی بوئی بمشام جان تو رسد۔ اگر دریافتی در، طوبی لسھم ہستی وگرنہ مرغان فضای وحدت در پس پردۂ غیب اند کہ این حقائق قوت حوصلہ ایشان خواہد بود۔ ابیات:

پادشاہی ذوق معنی بردن است

نی بزور و ظلم دنیا خوردن است

ہر کسی را جیفۂ دنیا دھند

دولت آنکس یافت کش عقبی دھند

اس مفصل باب میں شعر یہ دو ہی منقول ہیں۔ اس اقتباس کا یہ جملہ قابل توجہ ہے کہ 'زبان وقت این املا کرد'۔ ہر مصنف کو اپنے عصر کا سبک و اسلوب اپنانا پڑتا ہے اور علی اصغر حکمت مرحوم نے اپنے مذکورہ مقالے میں قرن ہشتم کی فارسی نثر کے اسلوب کے حوالے سے ذخیرۃ الملوک پر بحث کی ہے۔

کتاب کے مصنف چونکہ ایک بیباک مبلغ دین بھی تھے۔ لہذا وہ معاصر ریاکاروں پر انتقاد کرنے سے نہیں چوکتے۔ مثلاً اپنے عصر کے مشائخ بد اور علماء سو کے بارے میں لکھتے ہیں:

..... امروز ہوا پرستان مغرور بزرگی و حرمت در جامہ ہای ابریشمین و انگشتری زرین می طلبند و دیوسیرتان مشائخ نام بکثرت اسباب و تجمل مباہات می کنند و جاہلان عالم صورت عز اسلام را در اسبان فاخر و غلامان فاجر می جویند و تیرہ روزگاران ظلمات حرص و ہوا شمس الدین و نور الدین اند۔ پس نزد ارباب بصیرت معلوم است کہ دین این طائفہ دین شیاطین است نہ مذہب ارباب یقین"

مصنف نے ایک خط (۲۲) میں بھی ایسے ہی لکھا ہے۔

نماز کے بعد زکوٰۃ کا بیان ہے۔ وجوب و فرضیت نماز کے ذکر میں مصنف نے آیات و احادیث اور اعمال بزرگان سے استشہاد کیا اور صدقہ و زکوٰۃ کے آٹھ واجبات کی تفصیل بیان کی ہے۔ یہ واجبات، وجوب زکوٰۃ کا علم، ادائے فرض میں عجلت، ریاکاری سے بچنے کی خاطر ادائیگی کا استتار، البتہ دوسروں کی رغبت کی خاطر اظہار میں عیب نہیں

زکوٰۃ وصدقہ لینے والوں پر احسان نہ رکھنا اور انہیں بے ایذا رہنے دینا، ادائے صدقہ وزکوٰۃ کو معمولی جاننا، پسندیدہ اور پاکیزہ ترین مال کا صدقہ وزکوٰۃ دینا اور مستحقین کو دینے کا اہتمام کرنا ہیں۔ مصنف غریب اتقیا وصلحا کو مستحقین میں سرفہرست قرار دیتے ہیں اور تقویٰ (۲۳) وصالحیت کے ضروری اوصاف بتاتے ہیں۔ اس باب کا تیسرا جزو روزے سے مخصوص ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ برصغیر کے مسلمان مصنفین ذخیرۃ الملوک پر بالخصوص متوجہ رہے ہیں۔ چنانچہ روزے کے وجوب۔ اس کے مقاصد و اہداف اور مستحبات کے بارے میں اس باب میں وہ تمام آیات و احادیث یکجا ملتی ہیں۔ جنہیں اس موضوع پر لکھنے والے حضرات نے پیش نظر رکھا ہے۔ یہاں علامہ اقبال کے خطبہ عید الفطر (۲۴) (۱۹۳۲ء) اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے رسالہ 'حقیقت صوم' کی طرف خصوصیت کے ساتھ اشارہ کیا جا سکتا ہے۔

باب سوم و پنجم

مربوط موضوع کے اعتبار سے ان دو ابواب کو ایک ساتھ لیا جا رہا ہے۔ کتاب کے ان دو ابواب اور باب ہفتم (احتساب) پر امام محمد غزالی کی کتاب احیاء العلوم الدین کے کوئی اثرات نظر نہیں آتے اور ان کی تدوین و تالیف میں مصنف نے دیگر ماخذ و منابع پیش نظر رکھے ہوں گے۔

باب سوم میں مکارم و محاسن اخلاق کا بیان ہے اور حکام مسلمان کے لئے خلفائے راشدینؓ کی متابعت کا ذکر۔ پانچویں باب میں امور حکمرانی اور عدل و احسان کا بیان بطور تتمہ و تکملہ کے ہے۔ مصنف نے گویا یونانی فلاسفہ کے زیر اثر فلسفیانہ بحثوں سے گریز کیا ہے مگر کتاب کا یہ حصہ اسے کچھ کچھ خواجہ نصیر الدین طوسی (۶۷۲ھ) کی اخلاق ناصری کے شبیہ بنا دیتا ہے۔ خصوصاً مکارم و محاسن اخلاق کے سلسلے میں میر سید علی ہمدانی نے بھی اخلاق ناصری (اخلاق جلالی اور اخلاق محسنی وغیرہم موخر کتابوں) کی طرح اخلاق کے توازن و اعتدال سے بحث کی ہے تاکہ انسانی ذات افراط و تفریط کا شکار نہ ہو۔ وہ تاریخی یا مسموع داستانیں بھی منقل کرتے ہیں، مثلاً:

"ونقل است کہ روزی عمر بن عبد العزیز شخصی را بجہت امری نامشروع کہ کردہ بود، تعزیر فرمود۔ آن شخص او را دشنام داد، عمر گفت، بگذارید۔ گفتند یا امیر المومنین او باستحقاق

تعزیہ است۔ ترا ہم دشنام داد چگونہ میگذاری؟ گفت من اورا از برائے حق
می زدم چون مرا دشنام داد غضب کردم۔ می ترسم کہ اگر ایں ساعت اورا بزنم بھوای
نفس خود زدہ باشم؟

یہ داستان جزئیات اور اشخاص نسبت کے تفاوت کے ساتھ ساتویں صدی ہجری
میں جلال الدین رومی (۲۵) (م ۶۷۲ھ) اور شیخ سعدی (۲۶) (م ۶۹۱ھ) نے بھی
لکھی ہے۔ سعدی نے ایک حکائیت بے نسبت شخصے مختصراً لکھی ہے (۲۷)
ذخیرۃ الملوک کے باب سوم میں وہ حضرت سلمان فارسیؓ سے منسوب ہو کر بیان ہوئی
ہے اور جزواً حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتساب بھی مشہود ہے کہ:

"منقل است کہ شخصی سلمانؓ را دشنام داد۔ گفت ای برادر اگر در مؤقف قیامت ترازوی
من ببدی گران گردد، من بدتر از آنم کہ تو میگوئی و اگر ترازوی من بہ نیکی گران آید
بدانکہ آنچہ تو میگوئی مرا ہیچ زیان نخواہد داشت۔ ویکی ابوبکر صدیقؓ را دشنام داد۔ گفت
ما ستر اللہ عنک اکثر یعنی آنچہ حق جل و علا بر تو پوشیدہ است از عیب ہائے من، بیشتر
از آنست کہ تو میگوئی......

اس باب میں منقول اشعار مندرجہ ذیل ہیں:۔

ای کہ در دنیا نرفتی بر صراط مستقیم
در قیامت بر صراطت جای تشویر است وبیم

قلب روی اندودہ نستانند در بازار حشر
خالصی باید کہ از آتش برون آید سلیم

سرّ عشق از سر زبان دور است
شرح ایں آیت از بیان دور است

ہر خسی کی رسد باوج کمال
طالب کام ازیں نشان دور است

ای بجد حرص و ہوی کمر بستہ
ایں حکایت ازان میان دور است

دریغ این درد را مسد ہم ندیدم
امید وصل بودن ہم نہ دیدم
ازان کار مسد استست بنیاد
کہ عہد دوستاں محکم ندیدم (۲۸)

باب پنجم میں آیات واحادیث اور روایات وحکایات کے ذریعہ حکومت کی ذمہ داریوں اور عدل واحسان سے بحث ہے۔ حضرت عثمانؓ کے سوا دیگر تین خلفائے راشد کے واقعات خلافت بھی مذکور ہیں۔ البتہ مثالی حکمرانوں میں حضرت عثمانؓ کا ذکر بھی موجود ہے "...... واز زمان آدم علیہ السلام الی الان چندکس محدود بیش نبودند از اکابرانبیاؑ چون یوسفؑ وموسےؑ وداؤدؑ وسلیمانؑ ومحمد علیہم السلام واز خلفای راشدین چون ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم کہ سرّ این منصب در وجود شریف ایشان ظہور کرد و ایشان بادای حقوق آن چنانکہ می بایست قیام نمودند وسیرت ھای ایشان را برظالمان جانی وجاہلان عاصی حجت گردانیدند......"

مصنف ایک درویش ومبلغ تھے۔ اسی لئے طبعًا انہوں نے مسلمان حکام کی انکساری، بے نفسی اور غربت کے واقعات رقت بار انداز میں لکھے ہیں۔ منازل زندگی ومرگ پر انہوں نے بعض رسائل میں لکھا ہے اور اس باب میں بھی (۲۹)۔ اسی طرح حضرت سلیمان کے ہاں دو عورتوں کے بیٹے کے دعویٰ ملکیت کا دعویٰ جو اس باب میں آیا ہے۔ مصنف کے ایک دوسرے رسالے (۳۰) میں وہ حضرت علیؓ سے منسوب ہو کر بیان ہوا ہے خلاصہ یہ کہ جب یہ فیصلہ دیا گیا کہ بچّے کو ذبح کر کے بانٹا جائے گا، تو اس کی واقعی ماں دعویٰ ملکیت سے دستبردار ہو گئی تھی۔ مصنف نے قیافہ شناسی پر بھی ایک رسالہ لکھا ہے (۳۱) اور اس باب میں بھی وہ قیافۂ اشخاص سے بحث کرتے ہیں جو اس دور میں ایک بے معنی سی بات ہو گئی ہے۔ راعی ورعایا کے حقوق وفرائض اور مذہبی اقلیتوں یا ذمیوں کے حقوق وآداب کے ضمن میں مجموعی طور پر یہ باب عصر حاضر میں بھی اہمیت کا حامل ہے (بات پھیلائی جائے، تو یہی باب مقالے کا متضمن ہو جائے) اس مفصل باب میں شعر کوئی بھی منقل نہیں ہوا۔

باب چہارم

باب چہارم اعزہ واقربا اور احباب و وابستگان کے حقوق و فرائض کے بارے میں ہے۔ ان دینی بحثوں میں احتساب کا بھی مختصر ذکر موجود ہے۔ یعنی کن اعزہ واقربا کو زبانی ہی منع کیا جاسکتا ہے اور کن کو زدو کوب تک کیا جا سکتا ہے۔ اولاد کی تربیت کے سلسلے میں مصنف کہتے ہیں کہ دینی دنیوی تعلیمات کا حامل ایسا آمیزہ نصاب تدریس بنایا جائے۔ جس سے نونہالوں کے جذبات وعواطف معتدل و متوازن صورت میں پیشرفت کرتے رہیں اور وہ ہوس پرور عشق کا شکار نہ ہوں۔ اس باب کے اختتام میں خواجہ حافظ شیرازی (د ۷۹۱ھ) کے دو شعر منقول ملتے ہیں:

شاخ امل بزن کہ چراغیست زود میر

بیخ ہوس بکن کہ درختیست بی بہا

از کوی رہ زنان طبیعت بریدہ شو

وز خوی رہ روان طریقت طلب شفا

اور ایک بحث کے دوران حکایت نقل ملتی ہے جو ذرا سے اختلاف کے ساتھ بوستان سعدی میں بھی موجود ہے۔ فرق اسی قدر ہے کہ سعدی نے ملک صالح کو عراق سے منسوب کیا ہے (۳۲) جب کہ شاہ ہمدان کے ہاں اس کی نسبت شام سے رکھی گئی ہے۔ اس باب کے دینی مباحث اور ضمنیات ایمان پرور اور خواندنی ہیں۔

باب ششم

یہ ذخیرۃ الملوک کا اہم تر اور صعب تر باب ہے۔ اس میں خلافت انسانی، عظمتِ آدم، اصلاح اخلاق اور قوائے خیر و شر نیز ان کی حکمتوں کا بیان ملتا ہے۔ ضمناً عرض کر دیا جائے کہ علامہ اقبالؒ گو حضرت شاہِ ہمدان کی ہمہ گیر دینی خدمات کے معترف تھے (۳۳)، مگر ذخیرۃ الملوک کے اسی باب (اور کسی قدر باب پنجم نے بھی) انہیں بالخصوص متاثر کیا تھا اس ضمن میں جاوید نامے کا حصہ "آنسوئے افلاک" دیکھا جا سکتا ہے۔ جہاں ذخیرۃ الملوک کے مصنف کی بصیرت (۳۴) کو داد دی گئی ہے۔ شر و شیطان کے وجود کی حکمت بیان کی گئی (۳۵) اور مملکت بدن و روح وغیرہ کا تعلق فلسفیانہ انداز میں واضح کر کے اہالی جموں و کشمیر کو پیغام آزادی و بیداری دیا گیا ہے۔ (۳۶)

اس باب میں روح و بدن کے معنوی رابطے کا بیان ایسے ملتا ہے۔ جیسے احیاء علوم الدین میں ہے یا نظام اخلاق پر لکھی جانے والی دیگر کتابوں میں۔ دوسری بحث دل اور اصلاح دل کے بارے میں ہے اور یہ اس حدیث پاک کی توضیح میں ہے۔ جس کی رُو سے گوشت پارۂ دل کی اصلاح ہو جائے تو سارے بدن کی اصلاح ہو جاتی ہے اور اس کا فساد ساری مملکت بدن کا فساد ہوتا ہے۔ مصنف انسانی بدن کے اعضاء و جوارح کے حوالے سے مملکت ظاہری کے ارکان سے بحث کرتے ہیں اور اصلاح و احوال کے لئے دلائل لاتے ہیں۔

اس باب میں ابتلا و راحت اور خیر و شر کے قوی کی حکمتوں سے بحث کی گئی ہے اور ضمناً عناصر ملکی و شیطانی سے بھی۔ ذیل کی عبارت سے ذخیرۃ الملوک پر دسترس رکھنے والے حضرات اس فکر انگیز بحث کو پڑھ سکتے ہیں:

"...... و نزد اہل کشف و تحقیق ملائکہ و شیاطین بحقیقت این دو لشکر ند و این دو لشکر در شہر وجود انسانی از اوان بلوغ تا بحد لحد پیوست در محاربت و منازعت اند و ہر یک از این دو لشکر نفاذ امر پادشاہ خود می طلبند و قمع دیگری میخواہد و خلق در غالبیت و مغلوبیت این دو لشکر بر پنج قسم اند؛ مومن محفوظ و کافر مشرک و منافق غادر و عاصی مصر و فاسق متلون"۔

مصنف کہتے ہیں کہ قوائے شر مومن کو سرگرم عمل رکھنے کی خاطر ہیں اور شیاطین انس و جن اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ حضرت مصنف نے اپنے عربی رسالہ 'خواطریہ' میں بھی (۲۱) ان امور سے احیاء علوم الدین کی سی بحث کی ہے۔ وہ بات کی تفہیم کی خاطر سلطنت ظاہری کے بیان میں موسموں اور فصلوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جس طرح خاص موسم میں مخصوص فصلیں نشو و نما کرتی ہیں۔ اسی طرح حکام اور ارکان دولت کی فصلہائے دل کی طرح مملکت کے امور بھی ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ حضرت شاہ ہمدان نے حکام کی اصلاح کی عمر بھر کوشش کی اور یہ باب بھی اسی امر کا مظہر ہے کہ ارکان حکومت اچھے ہوں تو مملکت استصلاح اور احسان سے مملو دکھائی دے گی۔ اس باب میں منقول اشعار مندرجہ ذیل ہیں اور ان سے مصنف کا ذوق سخن معلوم ہوتا ہے:

تو مرا مونس روان بودی
لیک از چشم من نہان بودی

از تو می یافتم خبر بگمان
چون شدم بیخبر عیان بودی
جانم اندر جهان ترا می جُست
تو خود اندر میان جان بودی
من خود اندر حجاب خود بودم
ورنه با من تو در میان بودی

چیزی که وجود او بخود نیست
هستیش نهادن از خرد نیست
هستی که بحق قیام دارد
او نیست ولیک نام دارد

هر سحر کآتش شوقم ده بالا گیرد
قوت جانم همه از نور تجلّا گیرد
سوز از مجلس سکان فلک گرم کند
نور او مملکت عالم و الا گیرد
گرچه انوار فلک از همه بالاست ولیک
سوز دردم ده بالا تر یارا گیرد
چه اثر یابد آخر دل هر بیخبری
ز آنچه از عکس تجلّی تو در ما گیرد

ای هم نفسان تا اجل آمد بر من
از پای در افتادم و خون شد جگر من
رفتم نه چنان کآمدنم را بود امید
نه هست امیدم که کس آید ببر من

گر خاک زمین جمله بغربال ببیزند
یک ذرّه نیابند نشان و اثر من
از خون کفنم تر شد و از خاک تنم خشک
اینست کنون زیر زمین خشک و تر من
دردا و دریغا که درین درد نداریذ
یک ذرّه دوا از من و از خیر و شر من
در بادیه ای تا بقیامت شدم اینک
نی مرکب و نی زاد دریغا سفر من

ای تن آخر که عین تقصیری
وقت نامد که پند بپذیری
خیز ازین خاکدان جسمانی
تا رسی در ریاض روحانی
اهل دنیا بجملا مغرورند
زانکه از ستر حرف بس دورند
بهر این خاکدان بی معنی
داده برباد مملکت عقبی
چکنی این جهان ویران را
این لکدکوب وحش حیوان را
خیره منشین که مرگ بی باک است
مرکبت باد و منزلت خاک است
از جهان زود زاد خود برگیر
جهد کن کا دینت از ستر گیر

منقولہ فوق فارسی اشعار میں یہ ایک عربی شعر بھی ملتا ہے:

توسا اذا ما شئت امراً فانه
کلا طرفی قصد الامور ذمیم

باب ہفتم ، نظام تبلیغ و احتساب

ذخیرۃ الملوک کے اس معنی خیز باب کے کئی زبانوں میں ترجمہ ہوئے۔ راقم الحروف نے بھی ۱۹۷۶ء میں اسے اُردو میں (۳۹) منتقل کیا تھا۔ پاکستان میں نظام احتساب نافذ ہو جانے کے بعد یہ باب مزید حرزِ جان بنانے کے لائق ہو گیا ہے۔ اس باب میں انفرادی اور اجتماعی تبلیغ اور احتساب کا عالمانہ بیان ملتا ہے۔ آغاز باب تبلیغ کے فرض کفایہ ہونے سے ہے کہ:

"قال اللہ تعالیٰ: ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون (۴۰) حق جل و علا بندگان مومن را درایں آیت از سہ امر از امور دین خبر می دہد: اول وجوب امر معروف و نہی منکر۔ دوم بیان آنکہ اقامت این امر از فروض کفایات است۔ اگر در شہری یک کس بدان قیام نماید، حرج از دیگران ساقط شود و اگر ہمہ در این امر اہمال کنند و روا دارند در مجمع عرض اکبر و محل باز خواست حضرت جباری ہمہ در اثم و گرفتاری حق باین داخل باشند و سطوات عقاب قہاری ہمہ را شامل گردد۔ سوم بیان آنکہ حصول سعادت خلاص و نجاح و وصول بدرجات فوز و فلاح باقامت این امر شریف و استحکام ارکان این حصن منیع منوط است"۔

انفرادی امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اجتماعی (یعنی قوت نافذ کی طرف سے) احتساب کی بحثوں کے بعد مصنف امر معروف کے چہار گانہ ارکان کو متعارف کرتے ہیں۔ یہ ارکان محتسب، احتساب، محتسب علیہ اور محتسب فیہ کہلاتے ہیں۔ ان ارکان کی جزئیات سے بحث کی گئی اور حقوق اللہ و حقوق العباد کے احتساب کے آداب و شرائط جداگانہ طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"..... معتزلہ می گویند کہ ہر چہ متعلق حقوق اللہ است، احتساب آحاد در وی جز بوعظ و تعریف و نصیحت جایز نیست و مباشرت ضرب و جرح جز حاکم را نمی رسد۔ ولیکن نزدیک جمہور علمائے اہل سنت آنست کہ ہیچ فرق نیست میان احتساب در آنچہ متعلق است بحقوق

اللہ بہ متعلق بحقوق العباد چہ احتساب در ہمہ امور بر ہمہ واجب است ....“
امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا نظام تبلیغ و احتساب، حکمت و بصیرت سے فروغ پذیر ہوتا ہے مگر اس کے لئے اسلامی حکومت اور اسلامی نظام حیات کا نفاذ ضروری ہے اس باب میں شعر منقول نہیں ہیں۔

آخری سہ گانہ ابواب

باب ہشتم فضیلت و اقسام شکر سے مربوط ہے۔ اس دود ناسپاس حق میں اس کے مطالب پڑھ کر اپنی بے علمی اور عام اخلاقی گراوٹ پر ندامت ہی ہوتی ہے۔ باب میں منقول فارسی اشعار سنائی، رومی اور سعدی وغیرہ کے ہیں اور ترتیب سیاق کے مطابق انہیں نقل کر دیا جاتا ہے۔

بروز مرگ چو تابوت من روان باشد
گمان مبر کہ مرا میل این جہان باشد
جنازہ ام چو بہبینی مگو دریغ دریغ
بدام دام در افتی وریغ آن باشد
تنم بخاک سپاری مگو فراق، فراق
کہ خاک پردۂ جمعیت جنان باشد (۴۱)

ای خفتہ ای کہ دوست نگہبان جان تست
تو مست و غافل و کرمش پاسبان تست
خوابت چگونہ آید از شوق آن کریم
کش رحمت و عنایت بیش از گمان تست (۴۲)

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانی بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار

شرط انصاف نباشد که تو فرمان نبری (۴۳)

عزت این در چنین کرد اقتضا
کز در ما دور باشد هر گدا (۴۴)

سالہا باید تا یک سنگ اصلی ز آفتاب
لعل گردد در بدخشان یا عقیق اندر یمن
ماہہا باید کہ تا یک پنبہ دانہ ز آب و گل
شاہدی را حلہ گردد یا شہیدی را کفن (۴۵)

ہرچہ از گردون گردان می رسد
از طفیل جان مردان می رسد
گر نباشد نفس ارباب شہود
خود نگردد دور پروردگار وجود (۴۶)

مصنف آفاق کے علاوہ انفس کی نعمتوں پر توجہ دلاتے اور لوگوں کو زبان شاکر اور قلب ذاکر رکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ وہ چونکہ علم طب میں بھی دخیل تھے اور اس موضوع پر ان کا ایک رسالہ (۴۷) بھی موجود ہے۔ لہٰذا اس باب میں وہ نظام بدن کے کام کرنے اور اعضائے جسم کی حکمتوں کا شرح و بسط کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔
باب نہم فضائل صبر کے باب میں ہے اور صبر و شکر میں سے ایک کے فاضل تر ہونے کے بارے میں مصنف کا موقف یہ ہے کہ صبر چونکہ بلا و مصیبت پر کیا جانا چاہیئے اور اس کے علاوہ شکر بھی کہ جو بلا آئی، من جانب اللہ ہے، لہٰذا صبر، شکر کی اساس بنا اور وہ فائق ہے۔ باب ششم میں قوائے خیر و شر (ملائکہ و شیاطین) کی جو بحث تھی، وہ یہاں بانداز دیگر آئی ہے:

ہرچہ از تو آید خوش بود خواہی شفا خواہی الم

آرام جانم باد تو من فارغ از شادی وغم (۴۸)

زین خرابی گر تو می خواهی کہ آبادی شوی
جہد کن تا بندۂ فرمان آزادی شوی

در دل پُر نور مردی جای گیر وغم مخور
کز دل پُر نور او ناگاہ دل شادی شوی
در وفای کاملان (۴۹) چوں کوہ ثابت کن قدم
ورنہ اندر راہ شان ناگہ بربادی شوی

گر سگ نفس تو بفرمان تست
تو بیقین دان کہ بہشت آن تست
سر ز ہوا تافتن از سروری است
ترک ہوا قوتِ پیغمبری است (۵۰)

میان آب حیاتی و آب می جوئی
فراز گنجی و از فاقہ در تگ و پوئی
تو کوی دوست ہمی جوئی و نمی دانی
کہ گر نظر بحقیقت کنی تو آن کوئی
گلی ز گلشن وصلی فتادہ اندر خاک
میان گلخن حرص و ہوا چہ می جوئی (۵۱)

مندرجہ بالا اشعار باب مذکور میں نقل ہوئے ہیں۔
دسواں باب غرور اور غصّے کی مذمت اور عفو و درگزر کی فضیلت کے بیان میں ہے۔
آخری تین ابواب پر مصنف کے زہد و تصوف کا اثر نمایاں ہے مگر وہ اپنے موضوع

سے بہر صورت متمسک ہیں۔ یعنی حکمرانوں کو شکر، صبر اور عفو و درگزر کے آداب و حکم سمجھاتے ہیں تاکہ ان کی سیرت کے فوائد سے رعایا مستفید ہو سکے۔ ان آخری ابواب سہ گانہ پر احیاء علوم الدین کے مباحث کا نمایاں اثر ہے۔ اس باب دھم کے روضات الجنان و جنات الجنان (جلد اوّل) میں منقول و منعکس ہونے کا ذکر ہو چکا۔ ایک حصے، اسباب غرور، کو ہم نے اُردو میں ترجمہ کر کے دسمبر ۱۹۶۸ء کے ماہنامہ "فاران" کراچی میں شائع بھی کروایا تھا۔ عربی کا ایک اور فارسی مثنوی کے چند مندرجہ ذیل اشعار اس باب میں وارد ہیں:

لئن فخرت بآباء ذوی شرف
لقد صدقت ولکن بئس ما ولدوا (۵۲)

ای کہ شدی در رہ غفلت سوار
آخر ازاں روز یکی شرم دار
ظلم شد امروز تماشای تو
وای بر سوابی فردای تو
چند غبار ستم انگیختن
آب خود و خون کسان ریختن
ملک ضعیفان بکف آوردہ گیر
مال یتیمان بستم خوردہ گیر
روز قیامت کہ بود داوری
عذر بیاور کہ چہ عذر آوری (۵۳)

باب دھم تکبر اور غضب کی بحث میں تقریباً علی التساوی منقسم ہے۔ مصنف کی بحث، اخلاق ناصری کی سی ہے۔ یعنی توازن و اعتدال کی آئینہ دار، وہ بے جا انکساری، اور بے غضبی و بے حمیتی کی مذمت کرتے ہیں مگر کبر و غرور اور بے قابو غیظ و غضب بھی ان

کے نزدیک معیوب ہے۔ اسباب غرور و کبر ان کے نزدیک یہ ہیں: اعلیٰ نسب و خانوادہ، حسن و جمال (مخصوصاً عورتوں میں)، قوت جسمانی، کثرت مال، قوت اولاد و خاندان، علم و دانش کا زعم اور زہد و عبادت کا گھمنڈ۔ وہ ان ساتوں باتوں کا ابطال کرتے ہیں کہ یہ موجبات وہم ہیں۔ ذخیرۃ الملوک اس عربی عبارت پر ختم ہوتی ہے۔

...... نسأل اللہ العفو الغفور المنان ان یعاملنا بما ھو اھلہ وان یستر قبائح اعمالنا کما یقتضیہ کرمہ و فضلہ انہ قریب مجیب و الحمد اللہ وحدہ والسلام علی من اتبع الھدی۔ (۵۴)

بعض لُغات

ذخیرۃ الملوک میں مستعمل بعض لغات یہاں نقل کی جاتی ہیں اور ان کے معنی بھی لکھے جاتے ہیں:

آردھالہ	ایک نوع کی آش
اثال	مفرد اثلہ، بنیاد
احباط	حبط (باطل) کرنا
احتما	چشم پوشی - پرہیز
ارواث	مفرد روث، گوبر، مینگن
استرسال	عادی ہونا۔ شوخ ہونا۔
اَشر	غرور کرنا
اقتحام	کسی کو حقیر جاننا
الجام	گھوڑے کو لجام (لگام) دینا
اناُت	تاخیر و تعویق
انفطام	دریغ و گریز
اھویہ	مفرد ھوا، خواھش
بادی	بادیہ نشین
بثورہ	چھالا، ہلاکت

بطر ۔ حیرت، نادانی،
بطیخ ۔ کدو، خربوزہ
بگنی ۔ ایک قسم کی شراب، نبیذ۔
بوزہ ۔ ایک قسم کی شراب، آب جو
تایہ ۔ حیران، گمراہ
ترح ۔ غم و اندوہ
تعازی ۔ صبر و استقامت کی تلقین کرنا،
تعبیق ۔ ذبح کرنا، عطر ملنا۔
تغمیس ۔ غائب ہونا۔ کم نوشی
تقتیر ۔ روزی تنگ کرنا۔
تکالب ۔ عداوت، گالی گلوچ
تمزیح ۔ انگور کا پکنا
تہانی ۔ تبریک کہنا
جدری ۔ آبلہ، چیچک
جموح ۔ سرکش گھوڑا
جبابی ۔ جبایئت سے بنا، خراج لینے والا۔
حموضت ۔ ترشی، کھٹاس
خرأت ۔ مفرد خرۃ، گھات سے حملہ کرنا۔
خرزہ ۔ منکا، مہرہ
ذاخیر ۔ ذخیرہ ساز، موٹا
رمد ۔ آشوب چشم
زفیر ۔ مصیبت، بلا
زیف ۔ غیر خالص
سدنہ ۔ مفرد سادن، خادم معبد
شکیمہ ۔ عار و تنگ

لفظ	معنی
صدغ	آنکھ اور کان کا درمیانی حصہ
صفدع	مینڈک
صلف	لاف زنی
ضاری	حریص
صدید	نالہ و فریاد، گرم پانی
طاحنہ	ڈاڑھ
عاہات	مفرد عاہہ، مصیبت و درد
عوسج	ایک طرح کا کانٹا، خار جنگل
غمس	خضاب لگانا، ستارے کا غروب ہونا۔
فنک	منت سماجت کرنا، زخمی کرنا۔
قمامہ	خاکروبہ، عوام، خس و خاشاک
قہرمان	حاکم (کہرمان کا معرب)
کیلوس	پختہ، (اصطلاح طب)
کیموس	دوبارہ پکانا (اصطلاح طب)
لحی	شکستہ ہڈی
لقلہ	آواز سخت، سانپ کا جیبھ ہلانا۔
لمہ	حادثہ، سختی،
ماساریقا	معدے سے جگر کی رگ۔ (اصطلاح طب)
ماسکہ	قوتِ ہاضمہ،
مترسم	سرسری علم رکھنے والا۔
مثار	گرد و غبار اٹھنے کی جگہ
مجرفہ	بیل، کدال
مراد	جنگ و جدال
مرابحہ	نفع حاصل کرنا
مرارا	پتہ (حیوان کا)
مرز	ایک قسم کی شراب، آب جو۔

مسامرہ (امیر سے)، افسانہ و قصہ بیان کرنا۔
مساوی سوء یا مساۃ کی جمع، برائیاں۔
معاطب مفرد معطب، ہلاکت گاہ۔
معشش پرندوں کے آشیانے کی جگہ
مغرفہ چمچا، کفگیر،
مفازہ دشت بے آب، ہلاکت گاہ۔
مفترس شیر درندہ۔
مقول سنگ شکن گرز
مکابدہ تکلیف اٹھانا (کبد سے بنا)
مندوبات مفرد مندوب، مستحب،
مہاوی مفرد مہوی یا مہواۃ، غار
نتن بدبو
ہواجر مفرد ھاجرہ، دوپہر (صحرا کی)
ہواجس مفرد ھاجس، وہم و گمان،

یہ لغات مشتے از خروارے نقل کئے گئے ہیں۔ ذخیرۃ الملوک، کے کلمات، رجال، تلمیحات اور اشارات پر مفصل بحث مقالے کو کتاب بنا دے، اس لئے فی الحال اسی مختصر تعارف پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حواشی اور توضیحات

۱۔ مخزونہ کتاب خانہ موقوفہ ملی ملک، بازار بزرگ تہران،

۲۔ دیکھیں، بشیر احمد کی انگریزی کتاب
THE. ADMINISTRATION OF JUSTICE IN MEDIEVAL INDIA
میں ذخیرۃ الملوک کا ذکر۔ یہ انگریزی کتاب ۱۸۹۷ء میں علی گڑھ سے شائع ہوئی اور اب REPRINT کی صورت میں دستیاب ہے۔

۳۔ پوری کیفیت کے لئے دیکھیں KASHIR Vol 1. (ذیل کا حوالہ ۹) میں اس کتاب کا ذکر۔

۴۔ دیکھیں انوار اقبال (صفحہ ۶۵) مرتبہ بشیر احمد ڈار شائع کردہ اقبال اکادمی پاکستان لاہور (نقش ثانی) ۱۹۷۸ء۔

۵۔ JOURNAL ASIATIQUE پیرس، جنوری تا مارچ ۱۹۵۲ء

۶۔ ماہنامہ 'یغما' تہران دی ماہ ۱۳۳۰ ھ ش، جنوری ۱۹۵۲ء۔

۷۔ ایضاً آبان ماہ ۱۳۳۲ ھ ش۔

۸۔ پہلا (شمارہ ۶) دسمبر ۱۹۶۹ء کے ماہنامہ المعارف لاہور میں اور دوسرا (شمارہ ۷) مارچ ۱۹۷۰ء کے ماہنامہ 'ماہِ نو' میں۔

۹۔ KASHIR یعنی تاریخ کشمیر ۱۹۴۸ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور نے دو جلدوں میں شائع کی۔ مصنف نے اسے ۱۹۲۵ء میں ڈاکٹریٹ کی خاطر مکمل کیا۔ دو ممتحن برصغیر سے باہر کے تھے اور تیسرے علامہ اقبال۔ بعد میں مصنف نے ڈاکٹریٹ کی خاطر دوسرا موضوع منتخب کیا تھا۔

۱۰۔ ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر نے خلاصۃ المناقب کی تصحیح کی (پنجاب یونیورسٹی ۱۹۶۸ء) ڈاکٹر ملک محمد رمضان رانا نے منقبۃ الجواہر کی (تہران یونیورسٹی ۱۹۷۵ء) اور سید محمود انواری نے ذخیرۃ الملوک کی (تہران یونیورسٹی ۱۹۷۶ء) جب کہ آغا سید حسن ہمدانی نے قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد سے (۱۹۷۴ء) ایم۔ فل کی سند لی ہے۔

۱۱۔ دیکھیں میری کتاب حضرت میر سید علی ہمدانی شاہ ہمدان شائع کردہ سنگِ میل پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۷۴ء۔

۱۲۔ بلتستان، سکردو، شگر، خپلو، کھرمانگ اور جھوربٹ نام کی وادیوں پر مشتمل ہے

۱۳۔ دیکھیں موصوف کے بارے میں میرا مقالہ ماہنامہ الولی، حیدر آباد بابت ستمبر ۱۹۷۳ء

۱۴۔ دیکھیں 'کشیر' جلد اول صفحہ ۱۱۶ و (ضمیمہ)

۱۵۔ چند رسالے اور شعری مجموعہ مرکز تحقیقات فارسی اسلام آباد کی طرف سے شائع کردہ میری کتاب کے ساتھ ضمائم کے طور پر مطبوعہ ہو گئے ہیں۔ بعض دیگر رسائل یہ ہیں:

۱۔ مرأۃ التائبین، ذخیرۃ الملوک، کے باب دوم میں بھی صغیرہ و کبیرہ گناہوں کے سلسلے

میں اس کا ذکر موجود ہے۔ کتاب کے چار ابواب ہیں۔

ب۔ اوراد فتحیہ :۔ یہ اوراد و وظائف متعدد بار شائع ہو چکے ہیں۔

ج۔ سیر الطالبین :۔ ابھی خطی صورت میں ہی ہے۔

د۔ ذکریہ : ایک فارسی اور دوسرا (ملخص) عربی۔ خواجہ محمد پارسا کی فصل الخطاب جلد اول مطبوعہ تاشقند کے حاشیے میں فارسی رسالے کا متن شائع ہوا ہے۔ نیز تذکرہ شیخ کجی کے ضمیمہ میں۔

ہ۔ موچلکہ : خطی ہے۔

و۔ واردات امیریہ : ۱۳۲۲ھ میں دہلی سے شائع بھی ہوا تھا۔

ز۔ چہل مقام صوفیہ : مطبوعہ در ضمیمہ تذکرہ شیخ کجی۔

ح۔ درویشیہ : مجموعہ رسائل درویشیہ، شیراز ۱۳۳۸ش میں شائع ہو چکا ہے۔

ط۔ شرح اسماء الحسنیٰ (عربی) : خطی۔

ی۔ اسرار النقطہ : (عربی) فارسی ترجمہ اور عربی دونوں متن مطبوعہ ہیں۔

۱۶۔ اس باب کا ایک طویل اقتباس ابن الکربلائی کی کتاب، روضات الجنان و جنات الجنان (تصحیح جعفر سلطان القرآنی) جلد اول میں نقل ہوا ہے۔ بنگاہ نشر و ترجمہ کتاب، تہران، ۱۹۶۹ء۔

۱۷۔ یہ اشعار شاید مصنف کے ہوں۔

۱۸۔ یعنی مرأۃ التائبین میں۔

۱۹۔ یہ رسالہ میں نے ۱۹۷۱ء میں ادارہ اوقاف حکومت پنجاب کے زیر اہتمام شائع کروایا تھا میرا اردو ترجمہ دیکھیں (ماہنامہ) فکر و نظر اسلام آباد، بابت مارچ ۱۹۷۱ء میں۔

۲۰۔ قرآن مجید ۔ ۲ : ۱۳ ۔

۲۱۔ نامعلوم شاعر کے ہیں۔

۲۲۔ دیکھیں "مکتوبات" میرے مرتبہ ۳۲ خطوط مرکز تحقیقات فارسی اسلام آباد نے کتابی صورت کے ساتھ شائع کئے ہیں۔

۲۳۔ ذخیرۃ الملوک باب سوم میں تقویٰ کی یوں تعریف آئی ہے۔ "و تقویٰ اسمی است کہ جمیع صفات حمیدہ را شامل است و متقی کسی را گویند کہ خود را بہ جمیع اوامر شرعی

مامور گردانیدہ باشد و از جمیع نواہی اجتناب کردہ .....“

۲۴۔ مشمولہ ’ مقالات اقبال ‘ مرتبہ سید عبدالواحد معینی و محمد عبداللہ قریشی، آئینہ ادب لاہور، ۱۹۸۲ء (نقش دوم)

۲۵۔ مثنوی، دفتر اوّل:

از علی آموز اخلاص عمل — شیر حق را دان مطہر از دغل
در غزا بر پہلوانی دست یافت — زود شمشیری بر آورد و شتافت
او خدو انداخت بر روی علی — افتخار ہر نبی و ہر ولی
در زمین انداخت شمشیر آن علی — کرد او اندر غزایش کاہلی
گفت من تیغ از پی حق می زنم — بندۂ حقم نہ مامور تنم
چون خدو انداختی در روی من — نفس جنبید و تبہ شد خوی من

۲۶۔

گدائی شنیدم کہ در تنگ نائی — نہادہ عمر پای بر پشت پای
بیاشفت درویش کہ کوری مگر — بدر گفت سالار عادل عمر
نہ کورم، ولیکن خطا رفت کار — نیندیشم از من گناہ درگذار

(بوستان)

۲۷۔

یکی را زشت خوئی داد دشنام — تحمل کرد و گفت، ای خوب فرجام
بتر زانم کہ خواہی گفت آنی — کہ دانم عیب من چون من ندانی

(گلستان. باب یکم)

۲۸۔ شاعر ناشناختہ ہے۔

۲۹۔ جیسے رسائل، عقبات‘ اور ’فتوتیہ‘ ہیں۔

۳۰۔ موچلکہ سے موسوم، خطی۔

۳۱۔ قیافہ نامہ یا انسان نامہ، خطی۔

۳۲۔ بوستان، باب چہارم، پہلا شعر یوں ہے:

ملک صالح از پادشاہان شام — بردن آمدی صبحدم با غلام

۳۳۔ دیکھیں گفتارِ اقبال، مرتبہ ڈاکٹر محمد رفیق افضل، ادارہ تحقیقات پاکستان دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۷۵۔

۳۴۔

سید آن کشور مینو نظیر — میر و درویش و سلاطین را مشیر
خطہ را آن شاہ دریا آستین — داد علم و صنعت و تہذیب و دین
آفرید آن مردِ ایران صغیر — با ہنرہای غریب و دلپذیر
گفتہ ای از حکمت زشت و نکوی — پیرِ دانا، نکتہ ای دیگر بگوی
مرشد معنی نگاہان بودہ ای — محرم اسرار شاہان بودہ ای

خطہ یعنی وادی جموں و کشمیر۔ جاوید نامہ کے حاشیے میں کتاب ملوک سے مراد بھی ذخیرۃ الملوک ہے۔

۳۵۔

بندۂ کز خویشتن دارد خبر — آفریند منفعت را از ضرر
بزم با دیو است آدم را وبال — رزم با دیو است آدم را جمال
خویش را بر اہرمن باید زدن — تو ہمہ تیغ، آن ہمہ سنگ فسن
تیز تر شو تا فتد ضرب تو سخت — ورنہ باشی در دو گیتی تیرہ بخت

۳۶۔

با تو گویم رمزِ باریک ای پسر — تن ہمہ خاک است و جان والا گہر
جسم را از بہر جان باید گداخت — پاک را از خاک می باید شناخت
گر ببُری پارۂ تن را ز تن — رفت از دست تو آن لختِ بدن
لیکن آن جانی کہ گردد جلوہ مست — گر ز دست او را دہی آید بدست
جوہرش با ہیچ شی مانند نیست — ہست اندر بند و اندر بند نیست
گر نگہداری بمیرد در بدن — ور بیفشانی فروغ انجمن

۳۷۔ مخزونہ برٹش میوزیم لائبریری لندن۔ راقم الحروف کے پاس اس کا عکس موجود ہے۔

۳۸۔ اس حصے کے شعر ۷ تا ۱۰ کے بارے میں ہمیں علم ہے کہ وہ دورِ سلاجقہ کے شاعر ظفر کافی ہمدانی کی ایک غزل سے مقتبس ہیں۔ میر سید علی ہمدانی کے رسالہ، فتوتیہ، میں یہ غزل تماماً منقول ملتی ہے۔ باقی اشعار ناشناختہ شعراء کے ہیں۔

۳۹۔ ماہنامہ المعارف لاہور مئی اور جون ۱۹۷۶ء۔

۴۰۔ قرآن مجید ۱۰۳ : ۳۔

۴۱۔ از رومی، غزلیات دیوان شمس (کبیر) غزل شمارہ ۹۱۱ در ج ۹۔

۴۱۔ کلیات مرتبہ استاد فروزنفر۔

۴۲۔ شاعر یا شاعران ناشناختہ۔

۴۳۔ سعدی : دیباچہ گلستان۔

۴۴۔ نظامی : مخزن الاسرار۔

۴۵۔ از سنائی غزنوی (جزو قصائد)

۴۶۔ نظامی : مخزن الاسرار۔

۴۷۔ در دانش طب، خطی در کتاب خانہ دانش کدہ ادبیات و علوم انسانی، دانش گاہ تہران۔

۴۸۔ شاعر نامعلوم۔

۴۹۔ شعر، خود مصنف کے ہیں۔

۵۰۔ شاعر ناشناختہ ہے۔

۵۱۔ شعر خود مصنف کے ہیں۔

۵۲۔ شاعر نامعلوم۔

۵۳۔ از مخزن الاسرار نظامی۔

۵۴۔ قرآن مجید ۴۷ : ۲۰، حضرت شاہ ہمدان کی جملہ تحریریں اسی آیۂ کریمہ پر ختم ہوتی ہیں۔

جادۂ جویائے حق

ملفوظات: حضرت عالی شیخ طریقت و سنت [illegible]

حضرت صوفی محمد نذیر حضوری سہروردی لغفر اللہ ذکرہ

ترتیب: سید الیاس علی سہروردی

چھٹی مجلس

قدم بوسی کے لیے حاضرِ خدمت ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنا فضل و کرم دراز کرے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دن لاہور میں ہی قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کی گئی۔ اُس دعوت میں میں بھی وہاں مدعو تھا۔ میرے استادِ مکرم مرزا غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے برادرِ عزیز بھی تشریف فرما تھے کہ اچانک آپ نے انہیں کسی چیز کے منگوانے کے لیے کمرے سے باہر بھیجا اور مجھے فرمایا:

"نذیر یہ تیری بیوی کھڑی ہے اور کہتی ہے کہ میری شادی اس سے کر دیں۔"

میرے حالات اُن دنوں بہت خراب تھے، اس لیے میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ سرکار وہ میرے عقد میں آ کر بھوکی ہی مرے گی اور دوسرا میری ابھی پہلی بیوی بھی حیات ہے یہ کیسے ممکن ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اِسے میں سنبھال لوں گا۔ آپ کا ارشاد سُن کر میں خاموش رہا۔

کچھ عرصے کے بعد میری پہلی بیوی بیمار ہوئی اور پھر وفات پا گئی۔ مجھے ایک دن شیخ الاسلام فرمانے لگے "نذیر تم دوسری شادی کر لو۔ میں نے عرض کی کہ حضور میرا ایک بیٹا ہے کیونکہ مجھے اب اولاد کی بھی کوئی حاجت نہیں اس لیے ایسے ہی ٹھیک ہے۔

آپ نے ذرا سخت لہجہ اختیار فرماتے ہوئے کہا۔ میں تو تمہاری اولاد دیکھ رہا ہوں تم کہتے ہو۔ میں شادی نہیں کرنا چاہتا ________ ایک ہفتے میں

شادی کر لو ورنہ یہاں آنا چھوڑ دو۔

میں بڑا پریشان ہوا۔ آخر کوئی چھ دن ہی گزرے ہوں گے کہ میری بات موجودہ زوجہ سے میرے گھر والوں نے پکی کر دی اور میری شادی ہفتے کے اندر ہی ہو گئی۔ خطبہ نکاح حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ نے خود پڑھایا اور اپنی شدید علالت کے باوجود شادی میں شریک ہوئے، حالانکہ واپسی پہ آپ کو سٹریچر پر ڈال کر لایا گیا۔

شادی کے چند یوم کے بعد جب میں سسرال گیا تو میں نے باورچی خانے سے منسلک کمرے میں جہاں میں بیٹھا تھا، سنا کہ میری اہلیہ اپنی والدہ سے کہہ رہی تھیں کہ "ماں جی میں بہت خوش ہوں"۔ بعینہٖ یہی الفاظ قطب عالم حضرت میاں غلام محمد سہروردی حیات گڑھی قدس سرہٗ نے مجھے حالت کشف میں دعوت والے روز فرمائے تھے کہ نذیر "یہ کہتی ہے کہ میں اس کے گھر بہت خوش ہوں"۔

حضرت ممدوح نے مزید ارشاد فرمایا کہ اسی طرح ابھی میری شادی بھی نہیں ہوئی تھی کہ ایک دن حضرت قطب عالم قدس سرہ العزیز فرمانے لگے:

"نذیر تمہارا پہلا لڑکا بڑا پیارا ہے اور اس کے خدوخال یہ ہوں گے"۔

میں نے عرض کیا۔ حضور ابھی تو میری شادی بھی نہیں ہوئی۔

آپ نے ارشاد فرمایا، تمہارے ہاں پہلا لڑکا ہوگا اور مولوی صاحب (شیخ الاسلام حضرت سید قلندر علی سہروردی خلیفہ اعظم قطب عالم حضرت میاں غلام محمد سہروردی حیات گڑھی آپ انہیں محبت سے مولوی صاحب کہہ کر پکارتے) سے کہہ دینا کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے نام پوچھ کر تمہیں بتا دیں، وہی نام رکھنا۔ اسی طرح میرے ہر بچے کی پیدائش سے پہلے ہی اس کے تمام خدوخال بتا دینا آپ کی عادت شریفہ میں شامل تھا۔

خیر میرے ہاں جب شادی کے بعد پہلا بیٹا ہوا تو بحکم قطب عالمؒ میرے گھر والوں نے حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ سے پوچھ کر "محمد نصیر" نام رکھ دیا کیونکہ میں بوجہ کاروبار لاہور میں موجود نہیں تھا۔

وقت گزرتا گیا، اسے کوئی بھی محمد نصیر کے نام سے نہیں پکارتا تھا بلکہ کوئی

محمد جمیل یا کوئی منور حسین کے نام سے آواز دیتا تھا۔ جب وہ کوئی آٹھ دس سال کا ہوا تو میرے ہمسایے میں جو لوگ رہتے تھے ان کے پیر صاحب ایک دن تشریف لائے، انہوں نے اسے کھیلتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ جوان ہونے پر اگر سمندر پار چلا جائے تو بہت رقم کمائے گا۔

مجھے اس بات کا علم ہوا تو میں نے حضرت قبلہ شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم کیا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کی کہ "حضور چونکہ یہ اکیلا ہے اس لیے اگر یہ میرے سامنے ہی رہے تو بہتر ہوگا" آپ خاموش رہے۔

وقت گزرتا گیا۔ جب بچہ جوان ہوا تو چونکہ اس کی ایک ہمشیرہ اپنے خاوند کے ساتھ کویت میں رہائش پذیر ہے اس لیے انہوں نے کوشش کر کے اس کے لیے بھی ویزا خرید لیا تاکہ وہ بھی کویت میں ہی نوکری کرے۔ جب ویزا میں نے دیکھا تو اس پہ محمد نصیر کا ہی نام درج تھا۔ تب مجھے نام کی برکت اور ان پیر صاحب کی پیش گوئی یاد آئی۔ جنہوں نے کہا تھا کہ یہ بچہ سمندر پار میں بہت روپیہ کمائے گا۔ آج کل بھی وہ وہیں رہائش پذیر ہے اور اچھا آسودہ حال ہے۔

آپ نے قطب عالم قدس سرہٗ کے مزید احوال سناتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب میرا دوسرا بیٹا فوت ہوا تو قطب عالم قدس سرہٗ ان دنوں گجرات سے لاہور ہی تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایک دن آپ نے مجھے پوچھا، نذیر تمہارا بیٹا کیسے فوت ہوا تھا۔ میں نے عرض کی کہ حضور میری والدہ ماجدہ فرماتی تھیں کہ وہ مرض اٹھرا سے فوت ہوا تھا۔

آپ فرمانے لگے کہ کبھی اٹھرا کوئی مرض نہیں ہوتا بلکہ اس کی مثال یوں ہے کہ ایک فصل کاٹ کر اگر فوراً ہی دوسری فصل کاشت کر دی جائے تو وہ کمزور ہوتی ہے۔ اسی طرح مرض اٹھرا کا بھی یہی حال ہے۔

اس واقعہ کے کوئی دو تین ماہ بعد میں حسب عادت صبح نماز پڑھنے کے بعد سو گیا تو حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ فرمانے لگے، دعا کرو اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد دے۔ میں نے کہا کہ حضرت اولاد تو ہے

اللہ تعالیٰ مال دے۔ آپ نے فرمایا، نہیں یہ دعا کرو اللہ اولاد دے۔ اسی طرح میں آپ کی خدمت میں جب عرض کرتا آپ یہی جواب دیتے۔ آخر کار میں نے عرض کی اللہ اولاد بھی دے مال بھی دے۔

خواب دیکھنے کے کوئی گیارہ یا بارہ ماہ بعد میرے ہاں اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا کی۔ بیٹا اویس اُن دنوں میں بہت تنگی کے دن گزار رہا تھا۔ غربت کا یہ عالم تھا کہ میرے پاس دودھ لانے کے پیسے بھی نہیں ہوتے تھے۔ انہی ایام میں میرے ماموں بھی تشریف لے آئے اور مجھ سے کچھ رقم ادھار مانگی۔ میرے پاس آخری پونجی میری اہلیہ کے کانٹے تھے میں نے وہ بھی انہیں دے دیئے۔ مگر چند روز کے بعد ہی خواب والی دعا کا اثر معلوم ہونے لگا، یعنی ہر طرف سے مال آنا شروع ہوا۔ میرے کاروبار میں وہ برکت نصیب ہوئی کہ وارے نیارے ہو گئے۔

کوئی ایک دو ماہ بعد میری بیوی کچھ بیمار رہنے لگی۔ میں نے اسے ڈاکٹر سیّد دلاور حسین (چونا منڈی) اور حکیم سیّد نوازش علی صاحب مرحوم کو دکھایا حکیم صاحب نے مجھے تو یہ نہ بتایا کہ اسے مرض دق کی تکلیف ہے بلکہ اشارۃً بتایا کہ انہیں کہیں کہ پھیپھڑے زیادہ استعمال کیا کریں۔ انہی ایام میں حضرت قطب عالم میاں صاحب قدس سرہٗ گجرات سے تشریف لائے۔ میں قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا تو آپ فرمانے لگے، میاں نذیر تم دوسری شادی کر لو۔ میں نے عرض کی، حضور ابھی تو میری پہلی بیوی حیات ہے۔ آپ فرمانے لگے، اسے میں سنبھال لوں گا۔

کچھ روز بعد مجھے اپنے کاروبار کے سلسلے میں بنوں جانا پڑا۔ میں ملاقات کے لیے حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ فرمانے لگے۔ نذیر تم یہ مکان چھوڑ دو۔

میں نے عرض کیا، حضور سامان کہاں رکھوں!

آپ نے ارشاد فرمایا کہ سامان اپنے آبائی مکان میں رکھو، اور ہاں بیوی چونکہ تمہاری بیمار ہے اس لیے اسے سیالکوٹ اپنے سسرال چھوڑ آؤ۔ میں نے عرض کی، حضور کھانے وغیرہ کی تکلیف ہو گی۔ آپ نے فرمایا جس طرح اور لوگ ہوٹلوں سے روٹی کھاتے ہیں تم بھی کھا لینا۔

خیر میں نے قبلہ و کعبہ مرشدی و معظمی حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کے ارشاد کے مطابق ویسا ہی کیا اور تینوں روانہ ہونے سے پہلے پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے کہا، نذیر ایسے کرنا، راستے میں کالا باغ میں تمہارا پیر بھائی محمد شفیع (ریلوے) ہے اس کے ہاں چند روز رک جانا تو بہتر ہو گا۔

میں اجازت لے کر روانہ ہو گیا مگر چونکہ مجھے کوئی کام نہیں تھا اسلیئے کالا باغ کوئی ایک دو روز ٹھہر کر آگے روانہ ہو گیا۔ اُدھر انہی دنوں میری بیوی کا انتقال ہو گیا۔ میرے گھر والوں نے کالا باغ والے پتہ پر مجھے اطلاع دی مگر میں وہاں سے جا چکا تھا۔

خیر میں اپنا کام ختم کر کے لاہور پہنچا تو مجھے میری زوجہ کی فوتگی کا علم ہوا۔ یہ سن کر میرے دل میں ایک گرہ سی پیدا ہو گئی کہ حضرت قبلہ قدس سرہٗ کو میری بیوی کی وفات کا علم تھا مگر آپ نے مجھے نہیں بتایا۔ یہ سوچ کر میں نے آپ کے آستانہ عالیہ قلعہ گوجر سنگھ جانا ترک کر دیا۔ تقریباً چھ سات ماہ بعد حضور کی ایک تصنیف بعنوان "صحیفہ غوثیہ" شائع ہوئی تو میرا ایک دوست عبدالکریم جو جماعت اسلامی کا رکن تھا، میرے پاس آیا اور اسی کتاب کے متعلق کہنے لگا کہ اس کتاب کے کچھ واقعات پر مجھے اعتراض ہے۔

میں نے اس سے کتاب لی تو وہ حضرت صاحب قدس سرہٗ کی تصنیف "صحیفہ غوثیہ" تھی۔ میں نے اسے کہا کہ میں مصنف کے متعلق میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ کوئی غلط واقعہ تحریر نہیں کر سکتے۔

وہ کہنے لگا، پہلے تم اسے پڑھو، پھر بات کریں گے۔

میں چونکہ تھوڑی دیر بعد سیالکوٹ جا رہا تھا اس لیے میں وہ کتاب سیالکوٹ ہی لے گیا۔ اپنی خالہ کے گھر میرا قیام تھا۔ میں جاتے ہی کتاب پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ میری خالہ صاحبہ فرمانے لگیں کہ بیٹا پہلے کھانا کھا لو، مگر میں کتاب پڑھنے میں اتنا منہمک ہوا کہ کھانا کھانے کو بھی دل نہ کیا۔ پڑھتے پڑھتے ایک جگہ یہ مسئلہ آیا کہ غوث الصمدانی، قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہٗ العزیز یہ فرماتے ہیں کہ میرا مرید اگر مجھے پکارے تو میں حاضر ہو کر اس کی دادرسی کرتا ہوں۔ میں نے سوچا کہ

یہ نہیں ہو سکتا، چونکہ میرا پیر حاضر نہیں ہوتا اس لیے یہ مسئلہ غلط ہے۔ یہ تکرار سوالاً جواباً میں اپنے خیال میں ہی کر رہا تھا کہ غلبۂ نیند کی وجہ سے میں سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے ہیں اور مجھے کہتے ہیں، "غوثِ پاکؓ حاضر ہوتے ہیں تم کیوں نہیں مانتے۔" میں نے انہیں کہا کہ چونکہ میرا پیر حاضر نہیں ہوتا اس لیے ایسا ممکن نہیں۔ وہ پھر اپنے مؤقف کے مطابق دلائل دیتے رہے۔ میں انہیں کہتا ہوں کہ حضرت میری دادی مرحومہ ہر سانس کے ساتھ آپ (غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ) کو یاد کرتی تھیں مگر آپؓ تو حاضر نہ ہوتے تھے۔

خیر اس بحث کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور میری آنکھ کھل گئی۔ مغرب سے کوئی ایک گھنٹہ قبل میری آنکھ کھلی اور میں بغیر کسی کو بتائے کمبل اور کتاب اٹھائے ریلوے اسٹیشن پر آ گیا۔ میرے چلے آنے کے بعد جب مجھے کمرے میں کسی نے نہ پایا تو انہوں نے باہر سے پوچھا۔ باہر سے کسی نے کہا کہ وہ تو اسٹیشن کی طرف جا رہا تھا۔ وہ سب میرے پیچھے اسٹیشن آ گئے اور مجھے کہنے لگے کہ کیا بات ہے، کیا کسی سے جھگڑا ہوا ہے۔ میں نے کہا نہیں بس ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے جس کی وجہ سے مجھے جلدی لاہور پہنچنا چاہیئے۔ اس طرح بڑی مشکل سے انہیں رخصت کیا اور کمبل لے کر سو گیا۔ صبح بابو ٹرین آئی تو اس پر بیٹھ کر لاہور آ گیا اور آتے ہی کمبل دہلی دروازے کے اندر اپنے پیر بھائی حاجی مراتب علی کی دکان پر رکھ دیا اور اسے کہا کہ یہ کمبل سنبھال لو میں قلعہ گوجر سنگھ جا رہا ہوں۔ وہ کہنے لگا۔ آج کیا بات ہے تمہیں تو ایک عرصہ وہاں گئے ہوئے ہو گیا ہے، ٹھہر و میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ میں نے اسے کہا کہ میں نے کوئی چوری تھوڑی کی ہوئی ہے کہ تم میرے ساتھ چلو گے، میں خود چلا جاتا ہوں۔

عین اس وقت جبکہ میں لاہور ریلوے اسٹیشن پر اترا، حضرت قبلہ شیخ الاسلام قدس سرہ نے میرے استادِ مکرم حضرت حاجی مرزا غلام محی الدینؒ کو میرے گھر روانہ کیا کہ نذیر کو بلا کر لائیں۔ میری ان سے ملاقات نہ ہو سکی کیونکہ میں اسٹیشن سے اپنے دوست کی دکان سے ہوتا ہوا قلعہ گوجر سنگھ آ گیا اور میرے استادِ محترم میرے گھر تشریف لے گئے۔

جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے بیٹھتے ہی ایک آدمی امرتسر سے آیا اور

عرض کرنے لگا، حضور خیر تھی آپ رات تشریف لائے اور بیٹھے بھی نہیں۔

چند لمحوں کے بعد ایک آدمی لائے وہاں سے آیا اور کہنے لگا، حضور خیر تھی رات آپ تشریف لائے بھی اور بیٹھے بھی نہیں ....

اب میں سمجھ رہا تھا کہ یہ میرے سوال کا جواب ہے۔ اسی طرح چند جگہوں سے دو ایک آدمی اور بھی آئے اور یہی بات کہنے لگے کہ حضرت خیر تو تھی رات آپ تشریف لائے اور جلد ہی واپس آ گئے۔

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ العزیز نے اُن آدمیوں کے چلے جانے کے بعد مجھے اپنے قریب بلایا اور فرمایا کیوں بھئی پیر حاضر ہوتا ہے کہ نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ حضور ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر ان بزرگوں کی بات کو کیوں نہ مانا؟ میں نے عرض کی اس لیے کہ میرے دل نے وہ بات نہ تسلیم کی۔

آپ نے فرمایا، ٹھیک ہے جس بات کو دل تسلیم نہ کرے اسے نہ ماننا۔ یہ فرما کر آپ نے ایک سبق بھی مجھے ارشاد فرمایا کہ پڑھنے کا تجھے حکم ہوا ہے۔ آپ نے جونہی مجھے وہ سبق تلقین فرمایا مجھے یاد آیا کہ یہی سبق تو مجھے سیالکوٹ میں میری خالہ کے گھر رہنے والے نابینا نے بتایا تھا اور ساتھ کہا تھا کہ فلاں فلاں بزرگ اس سبق کو پڑھتے تھے۔ میں شیخ الاسلام قدس سرہٗ سے اجازت لے کر واپس ہوا اور فوراً سیالکوٹ روانہ ہو گیا تاکہ اس نابینا سے کچھ اور بھی حالات پوچھے جائیں مگر میرے پہنچنے سے پہلے ہی وہ وفات پا چکا تھا۔

ساتویں مجلس

قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا تو حضرت ممدوح نے فرمایا کہ ایک روز میں حضرت قُطبِ عالم غریب نواز میاں غلام محمد سہروردی حیات گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا چونکہ آپ حقّہ بہت پیتے تھے اس لیے اچانک میں نے سوال کر دیا کہ

حضور لوگ کہتے ہیں کہ جو حقہ پیتا ہے اسے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں ہوتی ۔ آپ کو فوراً جلال آگیا اور آپ نے مجذوبانہ انداز میں بڑے غصّے سے فرمایا، کون کہتا ہے ؟ میں ڈر گیا اور کہا کہ لوگ کہتے ہیں ۔ آپ کی مجلس میں اس وقت میرے علاوہ تین یا چار آدمی اور بھی بیٹھے تھے ۔

آپ نے تمام کو قطار میں بیٹھا دیا اور ہر ایک کی گردن سے نیچے ہاتھ رکھتے جاتے وہ شخص فوراً دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو جاتا ۔ اس دوران دوسرے ہاتھ میں بدستور حقے کی نے رہی ۔

آٹھویں مجلس

قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا تو حضرت ممدوح نے قریب بیٹھے ہوئے اپنے ایک مریدِ با اخلاص ملک بشیر سلمہٗ تعالیٰ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے کہا کہ ان کا برادرِ نسبتی محمد احسان، جو میرا دوست تھا اور ملک خدا بخش کا بیٹا تھا[1] ۔ داندرون شہر کے متمول گھرانے سے تعلق رکھتا تھا، مذہباً وہ احمدی تھا ۔ میرے ساتھ اکثر اس کی بحث ہوتی تھی ۔ ایک روز مرزا بشیر صاحب لاہور تشریف لائے ہوئے تھے اور ڈیوس روڈ کی کوٹھی رتیگل سینما کے قریب ٹھہرے تھے ۔ احسان مجھے باتوں میں الجھا کر دھوکے سے وہاں لے گیا، جب میں وہاں پہنچا تو مجھے اپنی غلطی اور اس کے دھوکے کا احساس ہوا ۔

اتنے میں مرزا بشیر صاحب اندر سے نکلے اور جماعت کرانے کے لیے آگے بڑھے کیونکہ نمازِ مغرب کا وقت تھا ۔ میں ایک طرف ہو کر کھڑا ہو گیا ۔ احسان نے مجھے کہا کہ تم بھی جماعت میں شامل ہو جاؤ، مگر میں نے انکار کر دیا ۔ ہماری باتیں سن کر مرزا صاحب نے احسان سے پوچھا بھئی کیا بات ہے ۔ میں نے جرأت کر کے کہا کہ میں آپ کے پیچھے نماز جائز نہیں سمجھتا کیونکہ میں مذہباً احمدی نہیں ہوں ۔

---

[1] ملک خدا بخش مرزا بشیر الدین محمود سربراہ جماعتِ احمدیہ کا سیکرٹری تھا ۔

مرزا صاحب پیچھے ہٹ گئے اور مجھے کہنے لگے "برخوردار آپ پہلے نماز پڑھ لیں ہم بعد میں نماز ادا کریں گے۔"

پہلے تو میں ہچکچایا بعد میں میں مصلے پر کھڑا ہو گیا اور نماز پڑھنے لگا مرزا صاحب اور ان کے تمام پیروکار علیحدہ ہو گئے۔ میں نے جب نماز پڑھ لی تو پھر انہوں نے نماز پڑھی۔

نماز ختم ہونے کے بعد وہ میرے قریب اس طرح بیٹھ گئے کہ ہمارے گھٹنے آپس میں جڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے بیٹھتے ہی فرمایا، ہاں بھئی کوئی سوال ہو تو بتاؤ۔ میں نے کہا کہ مجھے یہ آپ کا پیروکار روزانہ سمجھاتا ہے مگر مجھے کچھ نہیں سمجھ آتی۔ وہ مجھے تبلیغی کلمات بتانے لگے۔ اب ان کی گفتگو کے درمیان دو باتیں میرے سامنے تھیں۔

(i) پہلی یہ کہ یہ علی گڑھ کا گریجویٹ ہے ایک جماعت کا سربراہ۔ اس کے مقابلے میں میں علمی اعتبار سے بہت کم ہوں۔

(ii) دوسری یہ کہ اگر یہ مجھ پر علمی اعتبار سے حاوی ہو گیا تو انہوں نے فوراً اخبار میں خبر دینی ہے کہ ایک مولانا حضرت صاحب سے بحث کرنے آئے اور سوالوں کا جواب نہ دے سکے اور مباحثہ مرزا صاحب امیر جماعتِ احمدیہ نے جیت لیا۔

ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک میرے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوا۔ اتنے میں مرزا صاحب نے اپنی بات ختم کر کے مجھے کہا۔ مولانا کوئی اور سوال ہو تو بتائیں۔ میں نے جھٹ کہا کہ میں نے یہ سنا اور پڑھا ہے کہ اللہ کے برگزیدہ لوگ یعنی ولی اللہ آنے والے کے حالات اپنی کشفی کیفیت سے جان لیتے ہیں وہ یہ بھی جان لیتے ہیں کہ ملاقاتی کا باپ یا دادا اور اس کا باپ دادا مرنے سے پہلے کیا تھے کیسے تھے اور مرنے کے بعد کیسے حالات میں ہیں۔ دوسرا آنے والے ملاقاتی کا مستقبل کیا ہو گا۔ چونکہ آپ کو یہ سب سے برگزیدہ سمجھتے ہیں اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ آپ سے آگے یعنی قیامت کے بعد تو شاید ملاقات

نہ ہو سکے آپ اتنا ہی بتا دیں کہ اس کمرے کی دہلیز سے نکلتے ہی میرا کیا حال ہو گا۔ انہوں نے اس کے جواب میں ایک لمبا لیکچر دیا اور سیاسی حالات پر گفتگو فرمانے لگے اور کہا کہ میں نے مسلمانوں کے لیے ۵۶ سیٹیں منظور کروائی ہیں وغیرہ۔

میں نے اس موقع پر ٹوکا اور کہا' حضرت آپ میرے سوال کا جواب دیں مجھے اس سے کیا لینا دینا کہ آپ نے ۵۶ سیٹیں منظور کروائیں یا ۶۰۔ ہاں اگر آپ

اس سوال کا جواب نہیں دے سکتے تو آئیے میں آپ کو ایسے شخص سے ملا دیتا ہوں جو میرے اس سوال کے جواب کا عملی نمونہ آپ کے سامنے ہو گا۔ (میرا اشارہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی جانب تھا) اللہ آپ کو خوش رکھے بیٹا اوسی ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ تک میری ان سے بحث ہوئی مگر وہ میرے سوال کا جواب نہ دے سکے۔ اس اثنا میں ملاقاتی بھی دم سادھے بیٹھے رہے کچھ نئے ملاقاتی حضرات بھی آئے مگر مرزا صاحب نے اپنے سیکرٹری کو کہا کہ آج کی تمام ملاقاتیں منسوخ کر دی جائیں، مجھے ان سے بحث میں بہت لطف آ رہا ہے۔

عین اس وقت جب میں مرزا صاحب سے ابتدائے بحث میں تھا قطب عالم حضرت میاں غلام محمد سہروردی قدس سرہٗ گجرات سے ہمارے حضرتؒ کے گھر تشریف لائے اور آتے ہی پوچھا' نذیر کہاں ہے اسے بلاؤ وہ بہت بری جگہ پھنس گیا ہے مگر کوئی بات نہیں میں اس کے ساتھ ہوں۔ آپ یہ فرماتے جاتے اور کمرے میں ٹہلتے جاتے۔ ادھر مجھے خدا گواہ ہے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میرے دماغ میں کوئی باتیں ڈالتا جاتا ہے اور میں دہراتا جاتا ہوں۔

ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ بعد جب میں مرزا بشیر الدین محمود سے علیحدہ ہوا اسی وقت قطب عالم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ وہ بچ گیا ہے۔ میں وہاں سے نکل کر گھر چلا گیا اور دوسرے دن حاضر خدمت ہوا، کمرے میں داخل ہوتے ہی قطب عالم قدس سرہٗ کو دیکھ کر حیران ہو گیا۔ خیر قدم بوسی کے بعد بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا کل کہاں گئے تھے۔ میں نے تمام ماجرا سنا دیا آپ مسکرائے اور فرمانے لگے کیا تم نے مجھے وہاں نہیں دیکھا میں بھی وہیں تمہارے ساتھ تھا اور تمہارے پیچھے کھڑا تھا۔

نویں مجلس

قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت ممدوح پنجابی میں شعر بھی کہتے ہیں اور حامد تخلص فرماتے ہیں۔

۲۵ جون ۱۹۸۶ء بروز بدھ بعد نماز مغرب آپ کی رہائش گاہ واقع شاد باغ میں حاضر ہوا تو آپ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے چند اشعار نقل کروائے تاکہ محفوظ ہو جائیں۔ رباعی نمبر ۱ اور نمبر ۲ حضرت قبلہ کے استادِ محترم حضرت صادق لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں

رباعی نمبر ۱

نورِ محبوب دا ویکھنے نوں اساں عاشقاں جانا ضرور اگے
موسیٰ وانگ عاشق اوس تور دے ہاں جیں نور نے ساڑیا طور اگے
خضر بھلیاں نوں راہ پاوندے نے سولی رہبر ہوئی منصور اگے
خ د تے دال بے دور کر کے صادق کس طرح ہون منظور اگے

رباعی نمبر ۲

جائیں پہلے سیناں عاشقاں تھیں، دلا یار دے جُھکیں قدم جُھک کے
شاید بیرسے رحم ہو جائے دلبر، برسے مجھ تے ابرِ کرم جُھک کے
میری فصل اُمید سر سبز ہوئے، سینے لاوے جے میرا صنم جُھک کے
سر جا سداں کرے قلم صادق، میری سیف دو پیکر قلم جُھک کے

یہ اشعار حضرت ممدوح کے ایک دوست کے ہیں، جن کے سپرد استاد صاحب نے کیا، ان کا نام محمد عظیم تھا آپ تخلص بھی عظیم فرماتے۔ بہت اچھے شاعر تھے اور شہر لاہور کی ایک بستی حبیب گنج میں رہتے تھے۔

غلط ہاں میں جے کوئی غلط آکھے، کہنا اوس تے میرا ملال غلط اے
میں بے علم نہ علم دی خبر مینوں، میری سب گویا قیل و قال غلط اے
میرا قافیہ غلط ردیف غلط، مضمون غلط تے میرا خیال غلط اے
بے حد غلطیاں ہویاں عظیم میتھوں، ہے پر میرا سرنامہ اعمال غلط اے

حضرت محمد وح   کا نمونۂ کلام :

بارگاہِ عالی جناب اندر میری عرض اے سیل و مہار ہوئے
ہوئے وچ مدینے قیام میرا روضے پاک دا سدا دیدار ہوئے
بیٹھا رداں در مصطفےٰ اُتے ہور نہ کوئی میری کار ہوئے
عشق نبی اندر حامد موت آوے اوسے جگہ تے میرا مزار ہوئے

نال ذکر دے فکر روا ہوندا بنا فکر دے ذکر روا ناہیں
نال ذکر دے مشکلاں حل ہوون ذاکر کدی وی ہویا فنا ناہیں
جنہاں ذکر محبوب دا ترک کیتا دین دُنی وچ اوہنا کجھ رہیا ناہیں
جدا چپ ہوئے محو ذکر اندر حامد اوسدا ثانی ہُما ناہیں

زُلف نیٹس یار دے رُخ اُتے یا اے ہے ناگن سا ندل یار دی اے
یا اے کسے عشاق دے ڈھنگنے نوں بیٹھی رُخ تے بھین ہلار دی اے
یا اے صبح نوں طبع تفریح کارن حبشن چل آئی ترنجبا ر دی اے
یا اے مُلک ایران تے کرن حملہ حامد فوج چلی آئی تاتار دی اے

مندرجہ ذیل اشعار اس موقع پر تو آپ نے ارشاد نہیں فرمائے مگر ایک دُعا جو آپ نے اپنی تصنیف "مشائخین سہروردیہ" میں تحریر فرمائی ہے نمونۂ کلام کے ضمن میں نقل کرتا ہوں۔

دُعا بدرگاہِ ربُّ العالمین

توں ہیں مالک خالق سب دا تیرا حکم سوہنا دے
جن، بشر، ملائک پرندے ہر جی تیرا کھا دے

ہر سرور دا آپ توں سرور، سرور پاک محمدؐ
دین دُنی دی جان محمدؐ کیسری شان رکھاوے
رحمت پاک نبیؐ دے صدقے کر توں آس تمانے
جے توں فضل کریں تا مولا کون اساں نوں جانے
جھاتی پا میرے دل مولا، لُوں لُوں وِچ سما جا
سینہ نُور تجلی نال بھر دے رب غریب نوازا
روشن نور نبیؐ نال ہویاں تیریاں کُل مخلوقاں
یا بجھ محمدؐ ہر شے فانی، فانی سب دیاں گوکاں
سوہنا پیر قلندرؒ میرا اُچیاں اوہدیاں شاناں
ونڈے پیر مُراداں میرا تیرے وِچ جہاناں
اک غلام محمدؒ آیا پینڈ حیات گڑھے دا
مُنکراں تا ئیں مومن کر دا واقف راز وڈے دا
واقف راز خفی جلی دا، جنگو شاہؒ قلندر
اُس دے فیضوں لوٹا لایا مرشد لوں لوں اندر
ڈبن وِچ چناں دے عاشق پھڑ پھڑ پار لگانویں
دسیں راز سیاناں سب توں دولے شاہؒ سداویں
غوث بہاؤالدینؒ فرشتہ جوڑے نال ربے دے رشتہ
بے دیناں نوں ولی بناوے دیوے بدل نوشتہ
کردا شاہ گداواں تائیں غوث میرا ملتانیؒ
لختِ جگر فاروقؓ سداوے پاک نبیؐ دا جانی
شاہ شہاب الدین عمرؒ تے ایسا راز سُنایا
جن، بشر، ملائکاں سب تے سن کے سیس نوایا

دسویں مجلس

دست بوسی کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے دوران درس "الفقرو فخری" باب ۲۸ ضرورت شیخ اور ثبوت شیخ" میں صفاتِ مرید بیان فرماتے ہوئے جب اس فقرے کو پڑھا کہ "اگر پیر کا کوئی فعل مرید کے فہم اور ادراک میں نہ بھی آئے تو اس وقت حضرت موسےٰ وحضرت خضر علیہما السلام کے قصہ کو مدنظر رکھ کر خاموش رہے اور اس وقت تک انتظار کرے جب تک شیخ خود نہ بیان فرما دے۔"

تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ آداب شیخ میں یہ بات بہت ضروری ہے کیونکہ دنیاوی استاد جو عام دنیاوی ہنر آدمی کو سکھاتا ہے۔ اس کے لئے کتنے ادب کی ضرورت ہے۔ چہ جائے کہ کوئی روحانی استاد ہو۔ کیونکہ روحانی استاد بندے کو معرفت الٰہی کا راستہ دکھاتا ہے اور راستے کی پُرخطر وادیوں سے بچا کر منزل مقصود پر پہنچاتا ہے۔ اس کے لئے ادب بہت ضروری ہے تاکہ شاگرد یعنی مرید شیخ کی مرضی کے مطابق عمل کرے اور جلد منزل مراد تک پہنچے۔

ایسے ہی لوگوں کے لئے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور میں سے دیکھتا ہے۔"

جتنا کوئی اہم کام ہو۔ اس کی قیود بھی اتنی ہی سخت ہوتی ہیں۔ ایٹم بم بنانے والوں پر کتنی سیکورٹی ہوتی ہے۔ کتنی قیود ہوتی ہیں۔ اس لئے اسے ہر کوئی نہیں اپنا سکتا۔ یہ لائن (روحانیت) سننے اور دیکھنے میں کتنی بھلی اور خوبصورت لگتی ہے مگر جب کوئی اپناتا ہے تو اس پر سارے جہان کی مصیبتیں آن پڑتی ہیں۔ اگر اس میں اخلاص رہے تو وہ اس میں بڑھتا ہی جاتا ہے اور اگر اس کی منظوری بارگاہ حق میں ہو جائے تو پھر وہ اسے چھوڑ بھی نہیں سکتا۔ میرے ساتھ تین آدمی اور بیعت ہوئے تھے (حاجی مراتب صاحب، ملک ظفر صاحب، اشرف عطا صاحب مشہور شاعر) مگر کچھ عرصہ بعد ہی انہوں نے شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں عرض کر دیا کہ حضور ہم باز آئے اسباق پڑھنے سے۔ جو حال ہم نے اپنے بھائی نذیر کا دیکھا ہے۔ وہ ہم سے برداشت

نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ جن اصحاب ذی وقار کا نام معرفت الٰہی کی فہرست میں درج ہوتا ہے وہ پیدائشی ہی ولی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اتنے جفاکش ہوتے ہیں کہ زمانے بھر کی تکلیفیں سہہ جاتے ہیں اور اگر آپ انہیں کہیں کہ تمہیں اتنی تکلیف ہے۔ تم اس راستے کو کیوں نہیں چھوڑ جاتے، تو وہ کہتے ہیں۔ ہمیں کوئی تکلیف نہیں۔ یعنی یوں سمجھ لیں کہ ان کو مٹی ہی دوسری لگی ہوتی ہے۔

جوں ہی آپ نے سلسلہ کلام ختم فرمایا۔ آپ کے حضور سگ درگاہ نے عرض کیا کہ حضور جو لوگ پیدائشی ذاکر ہوتے ہیں۔ کیا وہ بھی ولی ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ذاکر ولی نہیں ہوتا۔ ذکر کرنا بڑی ہی ابتدائی بات ہے اور ولائیت بہت آگے کی بات ہے۔ یوں سمجھ لیں کہ ولائیت کی ہمیں سمجھ نہیں۔ ذاکر کی حیثیت صاحب ولائیت کے سامنے اُتنی ہی ہے کہ کسی نے مجھ سے ایک لاکھ کا مال خریدا اور دوسرے نے دس روپے کا۔ ذاکر کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ ذاکر کو تو اگلے درویش مشرک کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ زبان سے ذکر کرتا ہے اور وہ بغیر زبان ہلائے ذکر کرنے کے قائل ہیں کیونکہ فرشتے اسی بات کو لکھتے ہیں جو زبان سے نکلے اور جو ذکر خیال میں کیا جائے۔ اس کا فرشتوں کو بھی پتہ نہیں چلتا۔ اسے صرف اس بندے کا مالک یعنی خدا ہی جانتا ہے۔ اب آپ خیال فرمائیں کہ ہم آج کل کیا کرتے ہیں۔ درویش کے پاس اس لئے جاتے ہیں کہ ہمارے کام ہو جائیں اور جس کا کام نہ ہوا۔ وہ کہے گا کہ چھوڑو۔ اتنی دفعہ دعا کروائی مگر کام نہیں ہوا۔ اس کے برعکس اولوالعزم بزرگ ان تمام آلائشوں سے پاک ہیں (آپ نے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی قسم لیتے ہوئے فرمایا)

مجھے خود مخزن شہود الٰہی، منبع جود لاتمنا ہی حضرت قطب عالم حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بندے کی کیا حیثیت ہے کہ وہ کہے کہ جاؤ یہ ایسے ہو جائے گا۔ یہ صرف خدا کی حیثیت ہے اور برخوردار میں نے یہ کسوٹی رکھ چھوڑی ہے کہ جس کسی نے کہا کہ ایسے ہو جائے گا۔ میں نے قطب عالم قدس سرہٗ کے مندرجہ بالا ارشاد کو مدنظر رکھا۔ وہ آدمی اپنے دعوے میں ناکام ہی رہا۔ چاہے وہ آگے پیچھے کئی دفعہ اپنے دعوے میں پورا اُترا ہو۔

درس الفقر و فخری باب ۲۸ کے دوران جب حضرت ممدوح نے (اللہ تعالے آپ پر رحمتیں نازل فرماتے) آداب شیخ کے متعلق پڑھتے ہوئے اس عبارت کو پڑھا کہ

"مرید کا اعتقاد اپنے پیر کو اکمل و افضل جاننے میں اس محبت کے ثمرات اور اس نسبت کے نتائج میں سے ہے جو افادہ و استفادہ کا سبب ہے مگر یہ یاد رہے کہ کوئی مرید اپنے پیر کو ان لوگوں پر فضیلت نہ دے، جس کی فضیلت شرع میں مسلمہ و مقرر ہے کیونکہ یہ امر محبت میں افراط کا موجب ہو گا اور افراط فعل مذموم ہے۔"

تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ دیکھیں کیسی اچھی تعلیم ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اپنے پیر کے سامنے بے ادبی سرزد نہ ہو۔ یعنی غلط ملط باتیں نہ کرے اور جتنی دیر ان کے پاس بیٹھے، متوجہ ہو کر ارشادات مُحسنہ سُنے۔ یہ اس پیر کے آداب کے متعلق ہے۔ جو مریدوں سے فریب اور بناوٹ نہیں کرتا بلکہ پورے اخلاص سے مریدین کو شریعت حقہ کی تعلیم دیتا ہو۔ ایسے پیر کے ارشادات اپنے سینے سے لگانے کے قابل ہوتے ہوتے رہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب وہ گفتگو فرما رہے ہوں تو بات راستے میں ٹوکنے سے پرہیز کرے۔ جیسے ابھی انہوں نے مجھ سے پوچھا تھا کہ اس فقرے کو دوبارہ سمجھا دیں یہ میری سمجھ میں نہیں آیا، تو ان کو چاہیے تھا کہ کلام ختم ہو جانے کے بعد سوال کرتے اور پھر اگر یہ ۵۰ دفعہ کہیں کہ میری سمجھ میں نہیں آیا، تو مجھے چاہیئے ۱۰۰ دفعہ سمجھاؤں اور اگر یہ ۱۰۰ دفعہ پوچھیں، تو میرا کام ہے کہ ۱۱۰ دفعہ سمجھاؤں۔ اگر ایسا نہ کروں گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنی نفسانی خواہش کو مدنظر رکھا ہے اور یہ درویشی نہیں۔

پیر سے جب بھی اس کا مرید کوئی مسئلہ پوچھے یا سمجھنا چاہے تو اگر وہ مر بھی رہا ہو تو بھی لازم ہے کہ اسے وہ مسئلہ سمجھائے اور اس وقت تک سمجھائے۔ جب تک اسے سمجھ نہ آ جائے۔

اللہ تعالے آپ پر اپنی رحمت فرمائے۔ آپ نے برادرم عبد العزیز سلمہ تعالے کی طرف رُخ انور پھیرا اور فرمایا اللہ اس کا بھلا کرے۔ جب میں بیمار ہوا تو یہ مجھے روز کہتا تھا کہ آپ اتنی تکلیف میں زیادہ دیر تک نہ بیٹھے رہا کریں بلکہ سائلین سے معذرت فرما لیا

کریں تو میں نے اسے سمجھایا کہ میں پیدا ہوا ہوں تو ایک دن مرنا بھی ہے۔ میں نے سدا تو یہاں بیٹھے نہیں رہنا۔ اب کوئی دوست اتنی دور سے اور اپنی خواہشات قربان کر کے تیمارداری کے لئے آتا ہے تو یہ میرا فرض ہے کہ میں اس کی جانثاری کی قدر کروں اور اپنی تکلیف کو بھول کر اس کی دل جوئی کروں۔ اس نے جو پوچھا ہے اس کا جواب دوں۔ اگر میں ایسا کرنے سے گریز کروں تو میں مجرم ہوں۔

میرے شیخ مکرم اللہ تعالےٰ آپ کی قبر مبارک نور سے منور فرمائے۔ آپ نے میرے ساتھ ایسا ہی سلوک فرمایا۔ جب آپ کو فالج ہوا تو میں حاضر خدمت ہوا اور ایک انکشاف جو گذشتہ رات مجھے ہوا تھا، دوران گفتگو اس کے متعلق بات چھیڑی۔ میں سمجھتا تھا کہ بات ہاں یا نہ میں ختم ہو جائے گی مگر آپ نے اسے سمجھانے میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ لگا دیا۔ آپ نے مجھے اس بارے میں قرآن کا حکم بتایا۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حکم بتایا۔ اس کے متعلق فقہی مسائل سمجھائے۔ غرضیکہ مجھے اس کے ہر پہلو کے متعلق سمجھایا اور کہا اب تم جو عمل چاہو، اختیار کر لو۔

سب مجھے اپنے پیر قدس سرہٗ کا طریقہ کار یاد ہے۔ اس لئے میں کوشش کرتا ہوں کہ صد فیصد نہیں تو ۵۰ فیصد تو چلوں کیونکہ میں اتنی ہی استطاعت اپنے اندر پاتا ہوں۔

گیارہویں مجلس

قدم بوسی کے لئے حاضر خدمت ہوا تو ارشاد ہوا۔ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کے وصال کے چار پانچ ماہ بعد ایک دن میرے دو پیر بھائی عبدالکریم اور ملک ظفر سلمہ تعالےٰ میرے ساتھ باتیں کر رہے تھے کہ اب صاحبزادگان میں سے کسی کی طرف رجوع کیا جائے یا نہیں۔ اسی معاملے میں باتیں ہو رہی تھیں کہ میں نے انہیں کہا کہ ہم یہ معاملہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں۔ جو حکم ہو گا۔ سر تسلیم خم کر دیں گے۔ یہ تجویز پسند کی گئی۔ ہم باتیں کر کے علیحدہ ہو گئے۔ جب میں گھر آیا اور نماز عشاء

پڑھ کر اپنا سبق پڑھ رہا تھا۔ قریب ہی چارپائی پر میری اہلیہ سوئی ہوئی تھی کہ اچانک وہ کہنے لگی۔ سرکار آج بہت مبارک دن ہے کہ آپ تشریف لے آئے ہیں۔ آئیں تشریف رکھیں۔ ٹھہریں میں صاف بستر بچھا دوں۔ اس نے صاف بستر بچھایا۔ آپ تشریف فرما ہوئے۔ میری اہلیہ آپ کی خیریت پوچھنے لگتی ہے۔ آپ کے دونوں صاحبزادے سید امتیاز احمد اور سید سجاد احمد سلمہ تعالیٰ، جو آپ کے ساتھ تشریف لائے تھے، کہنے لگے کہ ابا جی، ہم ذرا کھیل آئیں۔ آپ نے اجازت دے دی اور ساتھ کہا۔ جلدی واپس آنا۔ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد آپ نے میری اہلیہ کو ارشاد فرمایا۔ میرے لئے گڑ (قند سیاہ) والے چاول پکاؤ۔ میری اہلیہ نے چاول پکائے۔ آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ آپ نے کھائے اور کچھ دیر مزید تشریف فرما رہے۔ اور پھر ارشاد فرمایا کہ دونوں نے بڑی دیر کر دی۔ میں چلتا ہوں۔ اب یہ دونوں نذیر کے پاس ہی رہیں گے۔ انہیں یہاں ہی رہنے دینا۔ یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے۔ صبح میری اہلیہ نے خواب کے مندرجات مجھے بتائے میں چونکہ رات ہی سُن چکا تھا۔ اس لئے ہاں میں ہاں ملا دی۔

اگلے دن جب میرے دونوں دوست مجھے ملے، تو انہوں نے کہا۔ بھئی ہمیں تو سمجھ نہیں آئی تم سناؤ۔ میں نے سارا معاملہ بتا دیا۔ اس کے بعد سے آج تک میرا رجوع تو صد فیصد اُدھر ہی ہے اور وہ بھی اسی طرح اظہار فرماتے ہیں۔

بارہویں مجلس

قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا، تو ارشاد ہوا کہ ایک روز میں حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھا۔ میرے ہمراہ وحید السیماء عرفانی صاحب جو آپ (راقم الحروف) کے دوست قیوم الٰہی عرفانی صاحب (خطیب جامع مسجد حضرت شاہ جمال قادری سہروردیؒ) کے بڑے بھائی ہیں، بیٹھے تھے۔ عرفانی صاحب اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق یہ عرض کر رہے تھے کہ انہیں بڑی سہولت تھی کہ اٹھتے بیٹھتے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر لیتے تھے۔ میں نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے

بڑے عجز سے عرض کیا۔ ہاں یہ تو ٹھیک ہے، پر حضور ہمیں یہ کہاں نصیب ہے۔ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ العزیز نے یہ فقرہ سنتے ہی فوراً سختی سے فرمایا۔

"کیا تمہیں یہ نصیب نہیں، تم نے میری ۲۰ سال کی محنت ایک فقرے میں ختم کر دی؟"

آپ کا یہ فقرہ فرمانا تھا کہ مجھے ایسے محسوس ہوا، جیسے میرے بائیں شانے پر کسی نے بڑا بھاری کمبل ڈال دیا ہو۔ اتنے میں نماز مغرب کی اذان ہوئی۔ آپ نے ہمیں ارشاد فرمایا جاؤ نماز پڑھ کر آؤ۔ ہم نماز پڑھنے کے بعد واپس آئے اور آپ نے اجازت دے دی کہ جاؤ گھر جاؤ۔ صبح اٹھا۔ دوکان پر چلا گیا۔ گرمیوں کے دن تھے۔ سارا دن رو کر گزاری اور کوئی چار بجے دوکان بند کر کے پھر حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی خدمت میں آگیا اور جوں ہی اپنی پریشانی کا ذکر کرنے لگوں۔ آپ خاموش رہنے کا اشارہ فرما دیں۔ آخر کار اذان ہوئی۔ آپ فرمانے لگے۔ جاؤ نماز پڑھ کر آؤ۔ میں یہاں ہی نماز پڑھ لیتا ہوں۔ میں اور میرے ساتھ چند پیر بھائی نماز پڑھنے چلے گئے۔ واپس آئے تو مجھے ایسے معلوم ہوا، جیسے میرا بدن شفاف شیشے کا ہے اور وہ ابھی پھٹ جائے گا۔ میں نے عرض کیا حضور اب تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ میرا جسم پھٹ جائے گا۔

آپ کی قبر اللہ تعالےٰ نور سے منوّر فرمائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم تو کہتے تھے کہ تمہیں یہ نصیب نہیں۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوگیا۔ وہ وزن، وہ شفافیت فوراً ختم ہوگئی اور میری حالت پہلے کی طرح بحال ہوگئی۔

اب آپ غور فرمائیں۔ وہی الفاظ دہرائے۔ ایک دفعہ فرمانے سے کیفیت (یعنی حال) کو نسبت سے قبض میں منتقل فرما دیا اور دوسری دفعہ وہی فرمانے سے حالت قبض کو بسط میں منتقل فرما دیا۔ آجکل لوگوں نے ولایت کو بازیچۂ اطفال سمجھ رکھا ہے۔ لوگ تصرفاتِ ولائیت کو سمجھے ہی نہیں۔ ان کی نظر میں پیر کا تعویز دے کر کسی کا کام کر دینا ہی ولائیت ہے۔ انہیں کوئی پوچھے۔ کیا کمیونسٹوں کے کام تعویز کرتے ہیں یا درویش کرتے ہیں۔ ہندو اور عیسائیوں کے بھی تو کام ہوتے ہی ہیں۔ ان کے کام بھی کیا پیری کرتے ہیں۔ دراصل تصرفاتِ ولائیت ان تمام دنیاوی جھمیلوں سے وراء ہوتے ہیں۔ جب شیخ الاسلام قدس سرہٗ نے اپنی کتاب "جمالِ الٰہی" لکھی، جو فلسفہ الٰہیات میں

بڑی مشہور کتاب ہے، تو آپ نے مجھے وحدت الوجود، وحدت الشہود والا باب دکھایا اور پوچھا۔ تم اس بارے کیا جانتے ہو۔ میں اس زمانے میں وحدت الوجود کا قائل تھا مگر آپ کی جناب میں اس کا اظہار نہ کیا تھا۔ خیر مجھے جو وحدت الوجود کے متعلق پتہ تھا۔ عرض خدمت کر دیا۔ آپ نے کہا۔ اسے پڑھو۔ میں نے اسے پڑھا۔ وہ تمام عبارت وحدت الشہود کے بارے میں تھی مگر ایسے پیارے انداز میں بیان فرمایا تھا کہ میرے ذہن سے وحدت الوجود کے تمام دلائل ختم ہو گئے اور وحدت الشہود کے متعلق میرے دل میں یقین کی صورت پختہ ہو گئی، یعنی اپنے تصرفِ باطنی سے میرے خیالات واعمال کا دھارا دوسری طرف پھیر دیا۔

قرانِ کریم کا فارسی ترجمہ

سکیں۔ اس ترجمے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہو کہ اس وقت کے عوام کے لئے فارسی تک رسائی آسان تھی کیونکہ مغلیہ حکومت کی دفتری زبان بھی فارسی تھی۔ حضرت مخدوم کے ترجمے کا زمانہ وہی تھا۔ جب کہ فیضی (م ۱۰۰۴ھ) اپنی بے نقط تفسیر "سواطع الالہام" (۱۰۰۲ھ) لکھ چکا تھا۔ اور ابوالفضل بھی (۱۰۱۱ھ) میں قتل کیا جا چکا تھا۔ اکبری عہد کا فتنہ (یعنی منصب نبوت پر اعتراضات اور دین الٰہی) ملا احمد تتوی (م ۹۹۴ھ) تو پہنچ چکا تھا لیکن حضرت مخدوم نوح کی ذات گرامی کے فیوض و برکات کے اس فتنے سے سندھ محفوظ رہا۔ تاریخ کا یہ باب ہنوز تفتیح طلب ہے۔

حواشی

۱۔ راقم الحروف نے محترم طالب المولیٰ صاحب سے یہ ترجمہ حاصل کر کے اور ان کی مالی مدد سے اس کا پہلا پارہ ۱۹۶۲ء میں شائع کیا تھا۔ اب سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد نے اسے مکمل طور پر شائع کر دیا ہے۔

۲۔ شائع کردہ بنیاد فرہنگ ایران، تہران، ۱۳۴۴ش۔

دو گراں قدر تصانیف کی تدوین

تاریخِ سلسلۂ سہروردیہ

سہروردیہ فاؤنڈیشن سلسلۂ سہروردیہ کی تاریخ تحقیقی روش پر لکھوانے کی خواہشمند ہے۔
اُن تمام علاقوں میں سلسلے کی تاریخ قلمبند کی جائے گی جہاں یہ سلسلہ رائج ہے۔
تاریخِ تصوّف و سلاسلِ متصوفہ پر صاحبِ نظر اربابِ علم سے درخواست ہے کہ وہ ہمیں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازیں۔ اِس موضوع پر کُلّی یا جزوی طور پر لکھنے والے محققین کی خدمت میں معاوضہ بھی پیش کیا جائے گا۔

مآثرِ سہروردیہ

سلسلۂ سہروردیہ کے مشائخ اور وابستگان کی تصانیف اور اِس سلسلے کے بارے میں لکھی گئی کتابوں اور مقالوں کی علیحدہ فہرست مرتّب کی جا رہی ہے۔ جن احباب کے پاس ایسی کتابیں یا معلومات ہوں وہ ہماری راہنمائی فرمائیں۔

کتب کے حسبِ ذیل کوائف درکار ہیں :

۱۔ کتاب کا نام ۲۔ مصنف کا نام ۳۔ تاریخ تصنیف ۴۔ زبان ۵۔ خصوصیت
۶۔ مطبوعہ ہونے کی صورت میں ناشر، سالِ اشاعت اور تعدادِ صفحات ۷۔ قلمی ہونے کی صورت میں کاتب، تاریخ کتابت اور کتبخانے کا نام

مقالات کے حسبِ ذیل کوائف مطلوب ہیں :

۱۔ مقالہ نویس کا نام - ۲۔ مقالے کا عنوان اور زبان - ۳۔ رسالے کا نام، شمارہ اور ناشر۔ ۴۔ صفحات کا نمبر شمار

سہروردیہ فاؤنڈیشن - ۱۱۵ میکلوڈ روڈ - لاہور

★ زبیر شفیع غوری

اُچ اور اُس کے کتبات

پاکستان زمانۂ ماقبل تاریخ سے لے کر دورِ حاضر تک تہذیب و تمدن کا ایک اہم مرکز رہا ہے۔ اس کے ہر حصے میں کئی ایسے شہر اور قصبے موجود ہیں۔ جو زمانہ تاریخ کی ابتداء سے ہی سیاسی و علمی، ادبی و مذہبی اور تہذیبی و تمدنی اعتبار سے بڑی اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ ان میں سے بعض تو اب بھی پوری تابانی کے ساتھ موجود ہیں لیکن کئی ایک ایسے بھی ہیں جو وقت کی قید میں آ کر اس انداز میں الجماد کا شکار بنے کہ اب کوئی شخص سرسری طور پر انہیں دیکھ کر یہ اندازہ نہیں لگا سکتا کہ زمانۂ حال میں کم مائیگی کی زد میں آنے والے یہ مقامات ماضی کے بعض ادوار میں کس قدر سیاسی و ثقافتی اہمیت کے حامل رہے ہیں اور اپنے دورِ عروج میں کس طرح پورے برصغیر کو اپنے تہذیبی و تمدنی ہالے کی لپیٹ میں لے کر متاثر کر چکے ہیں۔ اوچ بھی انہی قدیم قصبوں میں سے ایک ہے اب صرف ایک مذہبی اور روحانی مرکز کی حیثیت رکھنے والا یہ قصبہ ماضی میں سیاسی، علمی، ادبی، مذہبی، تجارتی اور فوجی مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ طرزِ تعمیر کے اعتبار سے بھی اپنا منفرد مقام رکھتا تھا اور سیاسی و ثقافتی اعتبار سے اس کے اثرات کا دائرۂ کار پورے برصغیر کا احاطہ کرتا تھا۔

وادیٔ سندھ کے دو اہم مراکز موئن جو دڑو اور ہڑپہ کے درمیان اور دریاؤں کے سنگم پر واقع اوچ وادیٔ سندھ کا ایک اہم شہر تھا۔ چولستان میں ہاکڑہ دور کے آثار کی دریافت نے اس نظریہ کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس دور سے متعلق ہماری معلومات ابھی بڑی حد تک محدود ہیں۔ البتہ زمانہ تاریخ کے

★ استاد شعبۂ اردو، گورنمنٹ ڈگری کالج، گوجر خاں۔

آغاز سے لے کر عہد حاضر تک کی تاریخ کے تقریباً سارے ادوار ہمارے سامنے ہیں۔
ان کو منظر میں رکھتے ہوئے یہ بات اخذ کرنا مشکل نہیں رہتا کہ اوچ نے اپنے عروج و زوال کے مختلف مراحل بڑے باقاعدہ انداز میں طے کئے۔ تاریخ کی ابتداء سے ترقی کرتا ہوا یہ شہر عہد سلاطین میں اپنی پوری تابانی اور شان و شوکت کے ساتھ برصغیر کی سیاسی و ثقافتی زندگی کو متاثر کرنے کے بعد عہد مغلیہ میں آہستہ آہستہ اپنے منطقی انجام سے قریب تر ہوتا گیا۔ البتہ دور عروج میں اس کے ساتھ جو کارہائے نمایاں وابستہ ہوئے۔ اس نے اس کی اہمیت کو ایسی ابدیت عطا کی، جو اسی کا حصہ ہے۔ سیاسی طور پر اوچ نے سب سے پہلے ناصر الدین قباچہ کے دور میں اہمیت حاصل کی۔ جب یہ ملتان و سندھ کی حکومت کا دارالخلافہ بنا۔ اگرچہ اس کی یہ اہمیت مستقلاً برقرار نہ رہ سکی لیکن تغلق دَور میں ایک بار پھر اس نے ہند و سندھ کی سیاست میں مخدوم جہانیاں جہاں گشت ؒ کی وساطت سے خاصا اہم کردار ادا کیا۔
تصوّف کے چار اہم خانوادوں نے اوچ کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ ترتیب زمانی کے اعتبار سے گازرونی سلسلہ ان میں اوّلیت کا حامل ہے۔ جس کا آغاز حضرت ابو اسحاق گازرونی کے خواہر زادے حضرت صفی الدین گازرونی ؒ کے توسط سے ہوا۔ ان کی آمد کا زمانہ ۳۷۵ھ کا بتایا جاتا ہے (۱) لیکن قابل افسوس امر یہ ہے کہ کسی مستند مآخذ میں ان کے سوانحی حالات تفصیل سے درج نہیں ہیں۔ یہ سلسلہ زیادہ مقبولیت حاصل نہ کر سکا۔
سہروردیہ سلسلہ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی ؒ کے خلیفہ حضرت جلال الدین سرخپوش بخاری ؒ کے توسط سے اُوچ میں آیا اور ان کے پوتے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت ؒ کے زمانہ میں اس سلسلہ کے مذہبی و روحانی اثرات اوچ سے نکل کر پورے برصغیر میں پھیل گئے اس خانوادہ عالیہ کے دوسرے اکابر میں حضرت جمال الدین خنداں روؒ، حضرت احمد کبیر ؒ حضرت رضی الدین ؒ گنج علم اور حضرت صدر الدین راجن ؒ قتال کے نام خصوصیت سے لئے جا سکتے ہیں۔ تقریباً اسی عہد میں اسماعیلیہ فرقے کا باقاعدہ آغاز بھی اوچ سے آغاخانیوں کے اوّلین داعی جناب صدر الدین سے ہوا۔ (۲) ان کے فرزند حسن کبیر الدین کا مزار اوچ میں ہے۔ البتہ بعض روایات کے مطابق ان کا تعلق سہروردیہ سلسلہ سے ہے (۳) اخبار الاخیار اور نزہتہ الخواطر کے بیانات سے بھی ان روایات کو تقویت ملتی ہے (۴) اوچ میں آنے

آخری خانوادہ تصوف قادریہ تھا۔ برصغیر پاک وہند میں اس سلسلہ کی ترویج و اشاعت کا باقاعدہ آغاز حضرت شاہ محمد غوث حلبی اوچیؒ (م ۹۲۳ھ/ ۱۵۱۷ء) کی ذات بابرکات سے اوچ سے ہوا۔ ان کے علاوہ ان کے فرزند حضرت عبدالقادر ثانیؒ (م ۹۴۰ھ) بزرگان اوچ میں نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔

ان بزرگان کی ذاتی تعلیم وتربیت اور تبلیغ کے ساتھ ساتھ ان کے مریدین، متوسلین اور منتبین کی کوششوں نے ان کے فیض کو پورے برصغیر میں پھیلا دیا۔ کشمیر سے راس کماری اور کلکتہ سے پشاور تک شاید ہی کوئی ایسا خطہ ہو۔ جہاں ان کے نقوش پا نہ ملتے ہوں۔

اوچ میں جو مدارس اور خانقاہیں عہد سلاطین میں قائم رہیں۔ ان میں خانقاہ گازرونیہ، مدرسہ فیروزیہ، خانقاہ جمالیہ، مدرسہ بہائیہ، خانقاہ جلالیہ اور مدرسہ قادریہ کے نام خصوصیت کے ساتھ لئے جا سکتے ہیں۔ علمی و ادبی سرگرمیوں میں بھی اوچ انتہائی اہم مقام کا حامل رہا۔ عہد سلاطین کے ابتدائی دور میں منگولوں کی یورشوں سے تنگ آکر افغانستان ایران خراسان اور وسط ایشیا کے علمی و ثقافتی مراکز کے جن علماء و فضلاء نے ہندوستان کا رُخ کیا۔ اوچ کا دربار ان کے لئے اوّلین پناہ گاہ ثابت ہوا۔ علی بن حامد کوفی کا "چچ نامہ" نورالدین محمد عوفی کی "لباب الالباب" اور "جامع الحکایات" اور قاضی منہاج الدین سراج کی "طبقات ناصری" ان معرکۃ الآرا تصانیف میں شامل ہیں۔ جن کی کُلّی یا جزوی تکمیل دربار اوچ سے ان کی وابستگی کے دوران ہوئی۔ اسی دور عروج کی زینت میں شمس الدین محمد بلخی فضلی ملتانی، ضیاء الدین سنجری اور بغروشی بامیانی جیسے شعراء کی کاوشیں بھی شامل رہیں۔

مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ (م ۷۸۵ھ/ ۱۳۸۴ء) کی ذات بابرکات عہد سلاطین کے پورے دورانیے میں اوچ کی سب سے ممتاز شخصیت قرار دی جا سکتی ہے بلکہ ان جیسی ہمہ گیر شخصیات برصغیر کے تمام خانوادہ ہائے تصوف میں بھی خال خال نظر آتی ہیں۔ ان کی تصانیف و ملفوظات و مکتوبات، جن میں جامع العلوم، جواہر جلالی، مظہر جلالی، خزانۂ جلالی، سراج الہدایہ مقرنامہ، ترجمہ رسالۂ مکیہ، اربعین صوفیا شامل ہیں۔ نہ صرف سیاسی بلکہ تہذیبی و تمدنی اور علمی و مذہبی اعتبار سے بھی اس دور کی تاریخ کے، اوچ سے متعلق اہم ترین ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس دور میں اوچ بخاری اور اوچ گیلانی میں جن عظیم الشان اور نادر الوجود کتب خانوں کی بنیاد رکھی گئی۔ ان کی ایک جھلک آج بھی اوچ گیلانی کی لائبریری میں دیکھی جا سکتی ہے۔

ان تمام تر سیاسی و ثقافتی سرگرمیوں کے ساتھ ہی ساتھ اوچ فن تعمیر میں ملتانی اسلوب تعمیر کی نمائندگی کرنے والے ایک انتہائی اہم مرکز کی حیثیت سے سامنے آیا۔ ملتانی اسلوب کے بعض خوبصورت ترین نمونے پیش کرنے کے علاوہ اسی طرز میں مقامی اثرات کے تحت ہونے والی جدتیں اور اختراعات بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں لیکن زیادہ اہم حیثیت کے حامل مسطح چھتوں والے وہ مزارات و مقابر ہیں۔ جن کی تعمیر میں لکڑی کا استعمال کا صحیح معنوں میں مقامی ماہرین فن کے کمال، جودت طبع اور قابلِ داد ہنرمندی کا ثبوت فراہم کرتا ہے اور اسی سے فن تعمیر کے سلسلہ میں اوچ کے انفرادی کردار کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

اوچ پر کام کرنے کا موقع مجھے اس مقالہ کے لکھنے کے سلسلہ میں ملا جو میں نے بعنوان "عہد سلاطین میں اوچ کی سیاسی و ثقافتی اہمیت" دانش گاہ پنجاب سے ایم اے تاریخ کے حصول درجہ کے لئے پیش کیا تھا۔ اس مقالے میں مَیں نے اوچ کی سیاست و ثقافت پر تفصیل سے بحث کرنے کے علاوہ مختلف ابواب اور ضمیمہ جات میں بعض ایسے موضوعات کی طرف توجہ دلائی۔ جن پر مزید تحقیق کرنے کی وسیع تر گنجائش موجود ہے۔ اس مختصر سے مضمون میں اوچ کی تہذیب و تاریخ پر بحث کرنا کسی طور پر بھی ممکن نہیں، البتہ جس موضوع پر میں فی الوقت تفصیل سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ وہ اوچ کے کتبات سے متعلق ہے۔ اوچ کے کتبات سے متعلق یہ سیر حاصل بحث بنیادی طور پر اوچ پر لکھے جانے والے میرے مقالے میں ایک ضمیمہ کے طور پر شامل ہے۔

میں نے اوچ کی تاریخی عمارات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات خصوصیت سے محسوس کی کہ دوسرے تاریخی شہروں میں موجود آثار قدیمہ کے برعکس ان پر ہم عصر کتبات لکھے ہوئے نظر نہیں آتے۔ کچھ کتبات اگر دستیاب ہوئے ہیں تو وہ بھی ہمعصر نہیں ہیں بلکہ ان کا تعلق بعد کے ان ادوار سے ہے۔ جن میں آثار قدیمہ کی مرمت یا ان کے احاطوں میں اضافی عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ بہر حال میری نظر میں اوچ میں اہم کتبات جو اس وقت موجود ہیں۔ وہ نقل کرتا ہوں۔ اس بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ میں نے کتبات کی موجودہ عبارت اور کیفیت کو مدنظر رکھتے ہوئے وہی کچھ لکھا ہے جو اس وقت اوچ میں موجود ہے۔

۱۔ مسجد حاجات (۵) کو اوچ کی سب سے قدیم عمارت خیال کیا جاتا ہے اور اس کی تعمیر کو محمد بن قاسم سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اس کے دروازے کی شمالی طرف ایک کنواں

ہے۔ نیچے سے خاصا کھلا ہے اور اوپر چھت ڈال دی گئی ہے۔ محیط کم کر دیا گیا ہے۔ روایات کے مطابق اسی کنوئیں میں بابا فرید شکر گنج نے نماز معکوس ادا فرمائی تھی (۶)۔
اس مسجد میں کوئی کتبہ موجود نہیں ہے۔ جس سے اس کی اصل قدامت یا تعمیر کے عہد کا تعین کیا جا سکے۔ دروازے کے تھوڑا سا اوپر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے۔ کتبے کی لمبائی سولہ انچ اور چوڑائی ساڑھے گیارہ انچ ہے۔

۲۔ حضرت صفی الدین گازرونیؒ کے مزار کے دروازے کے اوپر خط نسخ میں ایک کتبہ لکھا ہے۔ (چوڑائی ۹½"، لمبائی ۳۴")

ھوالغفور

۱۳۲۹ ہجری النبوی

بعونہ تعالیٰ صاحب المزار حضرت سید صفی الدین حقانی قدس اللہ سرہ العزیز بزمانہ راجہ انگپال نام۔

در سنہ ۳۷۰ھ ہجری المعلی والمقدس (لائن نمبر ۱)

درین بقعہ اوچ متبرکہ تشریف آوردہ، متمکن گردید و درینجا مدفن گزیدہ و در عہد حضرت شیخ المشائخ مخدوم شیخ حامد محمد گنج بخش صاحبؒ (لائن نمبر ۲)

سابع سجادہ نشین اوچ شریف گیلانی بنائی تعمیر جدید این خانقاہ مبارک باہتمام منشی شاہ محمد خاں مختار کار در ۱۳۲۹ ہجری (لائن نمبر ۳)

باختتام رسید۔ (لائن نمبر ۴۔ تینوں لائنوں کے درمیان میں یہ دو الفاظ لکھے گئے ہیں)

۳۔ حضرت جلال الدین سرخپوشؒ کے مزار میں داخل ہوں تو دروازے کے اوپر ایک کتبہ لکڑی میں کھود کر لکھا گیا ہے۔
راقم الحروف نے ان کی خود پیمائش کر کے یہ تحریر کیا۔

۸.۵"	۱۵.۷۵"	۸.۲"	۱۵.۷۵"	۸.۵"
	عصیاں	یا اللہ	یارب	
	.... بجین	یا محمد	.... حسنین	

(اونچائی: ۸.۱")

انتہائی دائیں اور انتہائی بائیں والی جگہیں اب خالی ہیں۔ صاف طور سے نظر آتا ہے کہ یہاں سے

الفاظ مٹا دیئے گئے ہیں۔ درمیان والا حصہ نسخ میں اور اس کے ارد گرد والے حصے نستعلیق میں لکھے گئے ہیں۔ دائیں طرف لکھا ہے:

یارب برسالت رسول الثقلین
یارب بغزا کنندہ بدر و حنین

بائیں طرف لکھا ہے:

عصیاں مرا دو نصف کن در عرصات
نصفی (۷) بہ بحسن بخش و نصفی بحسین

بہاول پور سٹیٹ گزیٹیر میں یہ شعر اس طرح نہیں لکھا گیا۔ وہاں نیم بحسن بخش و نیم بحسین لکھا ہے۔ (۸)

یہ رباعی شیخ ابو الخیرؒ کی ہے اور در اصل اس طرح ہے (۹)

یارب برسالت رسول الثقلین	یارب بغزا کنندہ بدر و حنین
عصیاں مرا دو حصّہ کن در عرصات	نیمے بحسن بخش و نیمے بہ حسین

میرا خیال ہے کہ بہاول پور سٹیٹ گزیٹیر کے مرتّب نے ان اشعار کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کتبہ اس انداز میں تحریر کیا ہے۔

۴۔ مزار حضرت جلال الدین سرخپوشؒ کے ملحق ایک مسجد ہے۔ جس کے مرکزی دروازے سے کچھ اوپر یہ کتبہ رقم ہے۔

قل انما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الاٰخرو اقام الصلوٰۃ
واتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ فعسی اولئک ان یکونوا من
المھتدین ۔ بانی محمد بہاول خاں ثالث بہادر عباسی (۱۰) سنہ ۱۲۶۱ھ بالخیر
اوج متبرکہ مطلوبہ مسجد شریفہ (۱۱) داود کہ چاہ خانہ نو تیار شد۔

اس کتبہ کی چوڑائی ۲۴۔ انچ اور لمبائی ۶۶۔ انچ ہے۔ المھتدین تک خط نسخ اور وہاں سے بالخیر تک نستعلیق میں لکھا ہے۔

۵۔۶۔ اس مسجد میں دو اور کتبات بڑے اہم ہیں۔ مسجد کے اندر محراب کی دائیں اور بائیں دونوں اطراف میں زمین سے تقریباً ۱۲۔ ۱۳۔ انچ اوپر یہ کتبات لگائے گئے ہیں۔

دائیں طرف منبر رکھا گیا ہے ۔ اس لئے دائیں طرف والا کتبہ منبر کے نیچے آگیا ہے ۔ منبر کے پیچھے بیٹھ کر ہی اسے پڑھا جا سکتا ہے ۔ دونوں کتبات پتھر کی سلوں پر لکھے گئے ہیں ۔ دائیں کتبے کی لمبائی ۲۳" سے ذرا زیادہ اور چوڑائی ۱/۲ ۱۴" ہے ۔ بائیں کی لمبائی ۲۲" اور چوڑائی ۱/۲ ۱۴" ہے ۔

دائیں طرف کا کتبہ :

ابتدا عمارت مسجد حضرت قطب درگاہ باریہ غوث بانگاہ
غفارے مخدوم الملۃ والشرع والدین سید جلال الدین
حسین حسینے بخارے سید ابن علی

بائیں جانب کا کتبہ :

بقوت و استطاعت مشیخت پناہ سعادت دستگاہ شیخ حامد
ابن شیخ محمد ناصر الدین غفران پناہ (۱۲) بحرمت ملا احمد
نحرامت انتباہ

سنہ سبع ۃ وعشرون والف

۷ ۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردیؒ کے مزار میں جائیں تو دروازے کے اوپر دیوار پر یہ کتبہ نظر آتا ہے :

تاریک گشتے جملہ جہاں بے جمال شاہ
تاریخ بود ہفت صد ہشتاد و پنج سال

کتبہ کی لمبائی ۱/۲ ۱۶" اور چوڑائی ۷" ہے ۔

۸ ۔ مزار مخدومؒ کے دروازے کی بائیں جانب خوبصورت کتبہ نستعلیق میں لکھا ہوا ہے لمبائی ۳۶" اور چوڑائی ۲۴" ہے ۔

تاریخ مرمت خانقاہ مقدسہ حضرت مخدوم جہانیاں صاحب
علیہ الرحمت از سر نو - ۱۳۳۵ھ
در زمان خاص حامد محمد نو بہار

شد مرمت روضۂ شاہ افتخار اولیاء
کاشف سر اللہ حضرت جلال الدین نام

در جہان مشہور مخدوم جہانیاں بر ملا

چون بعالم آمدہ این روایت قطب کمال ۷۰۷ھ

از ماہ شعبان المعظم بود چارم اصطفاء

رفت چون این بادشاہ دین پرور از جہان

تاریخ بود عید الضحیٰ جان خود لبیق کردہ فنا ۷۸۵ھ

نغمہ سرائی ساختہ در مدحش مرغان کاخ

زائرین در روضۂ اطہر شغل اند اندر دعا ۱۹۱۲م

مخزن اسرار مخدوم جہانیاں شد رقم

بر آستان سودہ جبین از صدق دل شاہ و گدا ۱۹۶۹ ب

دائما روشن بود لبس این چراغ دین نبی

حامد محمد نوبہار شاہ دین سلطان ما

خلق و احسان را بسر بردہ تعلم و حلم خویش

مادر گیتی نزادہ ہمچو سید پارسا

کامران باشد مخلد در جہان سلطان فیض

عابد و ساجد فہیم و صاحب جود و عطا

فقط فیض محمد

۹۔ حضرت علیؓ سے منسوب ایک قدم شریف اوچ میں ہے۔ حضرت مخدومؒ کے مقبرے کے پاس ایک کوٹھری میں یہ پتھر رکھا ہے۔ اس کوٹھڑی کے دروازے کے اوپر ایک کتبہ رقم ہے۔ کتبہ نستعلیق میں ہے لیکن بسم اللہ نسخ میں لکھی ہے۔ کتبے کی بائیں طرف یا اللہ اور یا محمد ذرا ہٹ کر لکھے گئے ہیں۔

بڑا کتبہ ۴۴" لمبا اور تقریباً ۱۳½" چوڑا ہے۔ چھوٹا کتبہ ۱۲" لمبا اور ۹" چوڑا ہے۔ یہ کتبہ خطِ نسخ میں ہے۔

یا اللہ یا محمد

۱۲"

۹"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۳۳۰ھ

تاریخ عمدہ از سرِ نو
درین روضۂ پاک شیر جلی
مبارک قدم ہست مولا علی
مرمت شدہ در زمان شاہ دین
شہہ نو بہار گرامی ولی
ببین فیض در روضہ عنبر سرشت

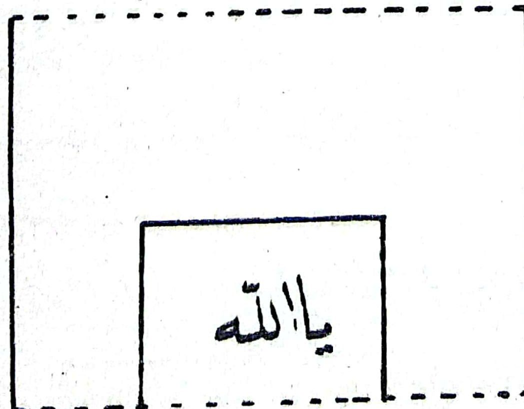
۱۳۳۰

چہ شغل است ذکر علی و نبی

۲۴″

۱۳ ۱/۲″

۱۰۔ مزار مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردیؒ کی شمالی جانب برآمدہ ہے۔ سر کی طرف بند دروازہ ہے۔ اس پر کاشی کی ایک ٹائیل پر "اللہ" لکھا ہوا ہے۔ ٹائیل کی لمبائی ۱۳ ۱/۲″ اور چوڑائی ۱۲ ۱/۲″ ہے۔



۱۱۔ حضرت حسن کبیر الدینؒ کے مزار کے دروازے کی بائیں جانب (جاتے ہوئے دائیں جانب) ایک کتبہ دیوار میں نصب ہے۔ خط نستعلیق ہے۔ چوڑائی ۱۲″ اور لمبائی تقریباً ۱۸ ۱/۲″ ہے۔

۷۸۶

حضرت پیر حسن کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ پیدائش

۲۲۔ شعبان ۷۴۲ھ

تاریخ وفات

۱۷۔ صفر ۸۵۳ھ (۱۵)

۱۲۔ سجادہ نشین اوچ گیلانی کے گھر کی طرف سے مزار حضرت شاہ محمد غوث کی جانب جائیں تو دائیں جانب ایک گنبد والی عمارت (روایات کے مطابق حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ پہلے یہاں دفن ہوئے) آتی ہے۔ اس کے دروازے پر ایک کتبہ لکھا ہوا ہے خط نستعلیق ہے۔ چوڑائی ۱۲" اور لمبائی ۳۶" ہے۔

۱۳۲۴ھ

۲۴ ربیع العلیین فیاض ۱۳ھ

اجلاس مدرسہ قادریہ اوچ شریف

۱۳۔ جامع مسجد گیلانی کے وسطی دروازے کے اوپر کاشی والی اینٹوں پر نستعلیق میں ایک کتبہ رقم ہے۔ اس کی لمبائی ۶۰" اور چوڑائی ۱۲" ہے۔

بعونہ تعالیٰ بنائے این مسجد معلی درزمانہ حضرت مخدوم شیخ

حامد محمد شمس الدین صاحب ثانی سجادہ نشین ششم در ۱۰۸۷ھ

المعلیٰ قرار یافت ولیں درعہد حضرت مخدوم شیخ حامد محمد

شمس الدین صاحب سابع سجادہ نشین بیستم باہتمام منشی شاہ محمد

خان مختار کار در ۱۳۲۴ھ مرمت یافت۔

۱۴۔ مزارات جس عمارت میں ہیں (محل)۔ اس کی شمالی دیوار میں باہر کی جانب مسجد کے صحن کی بائیں سمت میں ایک کتبہ پتھر کی سل پر رقم ہے (۱۳)۔ خط نستعلیق ہے۔ لمبائی ۱۷.۷۵ انچ اور چوڑائی ۱۷ انچ ہے۔

حمد ایزد را کہ آخر گشت کار از ابتدا

درزمان صاحب سجادہ شیخ مقتدا

کرد تعمیر طرفه خانقہے	که بود نور چشم صدق و صفا
عطر میل رواق او بخشد	اثر طوطیا بچشم ضحا
طاق او چون هلال عید مدام	میکند حل عقدۀ دلها
قرص خورشید شمع ایوانش	ذرّه سان حاضر از ید بیضا
هست مرات والی و منکر	گه چو قبله گہے چو قبله نما
در فضاے حریم محترمش	باد مثمر همیشه نخل دعا
هرکه بکشاد دیده بر آن در	قال یا لیتها فسیم لنا
روضه اصفیا خرد گفتا	بهر تاریخ این خجسته بنا

۱۱۹۳ھ

کتبه "تواب اقدام کلاب قادریه فقیر محمد سید مخدوما نه ۱۱۹۳ھ۔

یا غوث الاعظم

اگر دعوتم رد کنی در قبول	من و دست و دامان آل رسول

۱۷۔ مخدوم حامد محمد گنج بخشؒ نے اوچ میں جو قلعہ تعمیر کرایا تھا۔ اس کا ایک دروازہ اب بھی بالکل صحیح حالت میں موجود ہے اور مقامی طور پر "ہاتھی دروازہ" کہلاتا ہے۔ اس پر خط نستعلیق میں مندرجہ ذیل کتبہ لکھا ہوا ہے۔ (۱۵)

ھو القادر

در زمان جانشین غوث الاعظم گنج بخش

رُخ نمود این قلعه دار الامان قادری

ها تفم دوباره بدعواه آن تاریخ گفت

از یزید آمد عدو (۷) خاندان قادری

۱۱۸۵

آنکہ شمس الدین محمد اسم او عالیقدر

کنز اشارات مشائخ بانی جائے ھدا

چیست تاریخ بناپرسیدم از الہام غیب

گفت شاران خانقاہ نادر آمد بابہا

۱۰۶۸ھ

۱۵۔ حضرت شاہ محمد غوثؒ کی درگاہ کے باہر برآمدہ میں داخل ہوتے ہوئے برآمدہ کے درمیانی دروازہ کے اوپر خط نستعلیق میں کتبہ درج ہے۔ لمبائی ۴۸" اور چوڑائی ۱۱" ہے

" بعونہٖ تعالےٰ بنائے این خانقاہ مبارک درزمان مخدوم شیخ حامد محمد گنج بخش صاحب کادن سجادہ نشین چہارم در ۹۷۵ھ قرار یافت وپس درعہد حضرت مخدوم شیخ حامد محمد شمس الدین صاحب سابع سجادہ نشین بیستم باھتمام منشی شاہ محمد خان مختارکار در ۱۳۲۴ھ مرمت یافت "

۱۶۔ درگاہ کے دروازے پر بھی کتبہ موجود ہے۔ (۱۴)

۷۴"

یااللہ یامحمد الٰہی .... خاتمہ	حضرت .... تقا	کود.... ....صدا	عطر.... .... نما	طاق... ....دلہا	قرص.... .... بیضا	یاغوث الاعظم اگو......... .... رسول
	ہستے .... نما	دد.... ..... دعا	ھر.... .... لقا	روضہ .... بنا	کتبہ مخدوم ماں ۱۱۹۳ھ	

۱۴" ۱۴" ۴۶" ۱۴"

کتبہ نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔ چوڑائی ۱۴" اور لمبائی ۷۴" ہے۔ اب ان اشعار کی تفصیل دی جاتی ہے۔ جس ترتیب سے یہ دروازے پر ہیں۔ اوپر کے نقش سے واضح ہو جاتے ہیں۔

یااللہ یامحمد

الٰہی بحق بنی فاطمہ — کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ

حضرت گنج بخش پیرھدا — مقتدائے جمیع اھل تقا

۱۲۔ محمد حفظ الرحمٰن "تاریخ اوچ دہلی: محبوب المطابع، ۱۹۳۱ء، ص ۱۴۵ پر" برحت" لکھا ہے۔ غالباً کتابت کی غلطی ہے۔ کتبہ پر" برمست" رقم ہے۔

۱۳۔ (۷) کتبے پر لکھا تو ہوا ہے لیکن ایسا لگتا ہے۔ جیسے یہ کتبہ لکھنے کے بعد کسی نے خود کھود کر لکھا ہے۔

۱۴۔ شریف احمد شرافت نوشاہی، شریف التواریخ (جلد اوّل)، ساھن پال شریف گجرات ادارۂ معارف نوشاہیہ، ۱۹۷۹ء، ص ۸۵۵، پر یہ کتبہ لکھا ہوا ہے۔

یا اللہ

اے آمدنت مبارک بادا

کتبہ کے مصرعہ آخر میں تاریخ ۱۰۶۸ اور ابتدا میں تحریر نہیں ہے۔ اس کے علاوہ آخری شعر کے مصرعہ اوّلی میں "تاریخ" اور" بنا" کے درمیان " امن " بھی لکھا ہے جو شریف احمد صاحب نے نقل نہیں کیا۔

۱۵۔ محمد حفظ الرحمٰن 'تاریخ اوچ' ص ۱۴۸، پر یہ کتبہ نقل کیا گیا ہے لیکن اس کی پہلی اور آخری لائن 'جو بالترتیب ھوالقادر اور ۱۱۸۵ پر مشتمل ہے۔ نقل نہیں کی گئی۔

حوالے

۱۔ مسعود حسن شہاب، خطۂ پاک اوچ، بہاول پور، اردو اکیڈمی، ۱۹۶۷ء، ص ۱۶۲۔

۲۔ SATISH C. MISRA, MUSLIM COMMUNITIES IN GUJRAT BOMBAY, ASIA PUBLISHING HOUSE, 1964, P. 57.

۳۔ محمد حفیظ الرحمٰن، تاریخ اوچ، دہلی، محبوب المطابع، ۱۹۳۱ء، ص ۱۵۱، مسعود حسن شہاب، خطہ پاک اوچ، ص ۲۴۴۔

۴۔ عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، ترجمہ محمد لطیف ملک بعنوان انوار صوفیہ، لاہور، شعاع ادب ۱۹۶۲ء، ص ۴۳۰۔ نزھتہ الخواطر بحوالہ خطۂ پاک اوچ از مسعود حسن شہاب، ص ۲۴۳، ۲۴۴۔

۵۔ اسے مسجد حاج بھی کہا جاتا ہے۔ عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، مترجم محمد لطیف ملک، انوار الصوفیہ، لاہور، شعاع ادب ۱۹۶۲ء، ص ۱۱۰۔

۶۔ ایضاً، ص ۱۱۰۔ مولوی نور احمد چشتی، تحقیقات چشتی، لاہور: پنجابی ادبی اکیڈمی ۱۹۶۴ء، ص ۲۲۰۔ سید مسلم نظامی دہلوی۔ انوار الفرید المعروف تاریخ فریدی، پاکپتن شریف: ادارہ تصوف، (س۔ن)، ص ۶۴، سید نصیر احمد جامعی، بابا فرید شکر گنج، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، (س۔ن)، ص ۲۴۔

۷۔ "به" غلط طور پر لکھ دیا گیا ہے۔

۸۔ PUNJAB STATES GAZETTEERS, BAHAWALPUR STATE LAHORE, THE CIVIL AND MILITARY GAZETTEER PRESS 1904, P 161.

۹۔ شیخ ابو سعید ابو الخیر، رباعیات، مترجم مولوی محمود الحسن کانپوری لاہور: شیخ جان محمد الٰہی بخش، تاجران کتب علوم مشرقی، ۱۹۳۵ء، ص ۹۱۔

۱۰۔ مٹا ہوا ہے۔ اس میں سیاہی نہیں ہے لیکن لکھا گیا ہے شاید غلطی سے۔

۱۱۔ آخری دو لائنیں نسبتاً چھوٹے حروف میں لکھی گئی ہیں۔

اطلاعات و اعلانات

یوم بدر کے سلسلہ میں جلسہ

ادارہ سہروردیہ فی مخزن علوم اسلامیہ کے تحت نسبت روڈ لاہور پر "یوم بدر" کا جلسہ منعقد ہوا۔ جس کی صدارت ڈاکٹر محمد نعیم اقبال نے کی اور مہمان خصوصی جناب خواجہ ریاض محمود، ڈپٹی میئر، حضرت صوفی محمد نذیر غوری سہروردی اور خواجہ افتخار احمد تھے۔ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے سید عبدالرحمٰن شاہ بخاری ریسرچ سکالر قائداعظم لائبریری نے کہا کہ غزوۂ بدر اپنی حیثیت، اہمیت اور دوررس اثرات کے لحاظ سے تاریخ اسلام ہی نہیں بلکہ پوری تاریخ عالم میں منفرد اور مثالی واقعہ ہے۔ حق و باطل کے درمیان کشمکش اور حق کی فتح پر منتج ہونے والا یہ معرکہ اس اعتبار سے پوری تاریخ انسانی پر بھاری ہے کہ اس کے فتح اور نصرت کے خالص روحانی معیارات قائم ہوئے۔ بدر میں نہتے اور کم تعداد مسلمانوں کا اپنے سے کہیں بڑھ کر مسلح اور طاقتور لشکر پر غلبہ حاصل کر لینا از ابتدا تا انتہا ایک خالص روحانی اعجاز اور کرشمہ نظر آتا ہے۔ جس میں ہر قسم کی مادی قوت اور اسباب و وسائل سے بے نیازی خدائے قدوس کی نصرت و اعانت پر کامل بھروسہ اور یقین و ایمان کا محکم جذبہ نمایاں ہے۔ اگر بدر میں مسلمانوں کی کامرانی خالص ایمان اور روحانی قوت کا اعجاز نہ ہوتا تو یہ گمان کیا جا سکتا تھا کہ مسلمانوں کی جنگ اپنے جغرافیہ، تشخص یا سیاسی قوت کی حفاظت کے لئے تھی اور یہ کہ ان کی کامیابی مادی اسباب و قوت کے بل بوتے پر ہوئی۔ جس سے اسلامی تاریخ کا روحانی پہلو ماند پڑ جاتا اور آئندہ تاریخی معرکوں میں مسلمانوں کے حوصلے اسقدر بلند نہ ہوتے جسقدر نظر آتے بلکہ ہمیشہ مسلمان اپنی مادی قوت پر ہی نظر رکھتے۔ غزوۂ بدر نے ہر موقع پر حق کی کامرانی کے اصول و معیار بھی متعین کر دیئے اور جس کی بنیاد پر دور حاضر میں زوال آمادہ ملت کے پھر سے احیاء اور نشاۃ ثانیہ کے حقیقی امکانات کی نشاندہی بھی ہوتی ہے۔ آج ہم مسلمان بحیثیت مجموعی باطل کی جن طاغوتی طاقتوں

★ ناظم سرکولیشن مجلہ "سہروردی"

سے نبرد آزما ہیں - ان سب کا مقابلہ ہم اپنی مادی قوت اور خارجی وسائل و اسباب کے ذریعے ہرگز نہیں کر سکتے بلکہ ہمیں بدر ہی سے سبق سیکھ کر اپنے ماحول میں وہی فضا پیدا کرنا ہو گی۔ جو آسمان سے نصرت الٰہی کے نزول کی کفیل و ضامن ہے۔ آخر میں جناب غلام مصطفیٰ شاہ بخاری عقیل نے کہا کہ غزوۂ بدر کا بغور مطالعہ کریں اور آج کے حالات کو مدنظر رکھیں تو آپ کو محسوس ہو گا آج بھی ہمیں وہی حالات درپیش ہیں۔ آج پھر وہی بدری فضا پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ خدارا معرکۂ بدر کے اسباب و واقعات کو سامنے رکھو اور اس مملکت خداداد کے چاروں طرف جو حالات پیدا ہو چکے ہیں۔ ان پر نظر دوڑاؤ۔ شاید ہمیں احساس پیدا ہو جائے کہ معرکۂ بدر آج بھی ہمیں راہِ نجات کی طرف جاتے ہوئے راستے کی نشاندہی کر رہا ہے۔

آخر میں جناب میر مجلس حضرت صوفی ابو نصیر محمد نذیر غوری سہروردی دامت برکاتہم نے امتِ مسلمہ کی بیداری و نجات کے لئے دعا فرمائی۔

حضرت شیخ الشیوخ قدس سرہٗ کی تصنیف

رشف النصائح

کی اشاعت

نام : رشف النصائح الایمانیہ وکشف الفضائح الیونانیہ

مصنف : حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ) قدس اللہ سرہٗ

موضوع : الٰہیات اسلامی، مسئلہ روح، نبوت، معاد، حشر و نشر، صفات و اخلاق و افعال باری تعالیٰ جل شانہٗ،

تصحیح و توضیح : آقائی نجیب مائل ہروی،

چاپ و نشر : تہران، ۱۳۶۵ ش، ۵۲۲ ص، ۱۷۵۰ ریال،

رکن مجلس مشاورت مجلہ "سہرورد" و مدیر مجلہ "دانش" اسلام آباد جناب عارف نوشاہی

نے اپنے ایک مکتوب میں اطلاع دی ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ قدس سرہ کی ایک نایاب کتاب " رشف النصائح " تہران سے مشہور محقق آقائی نجیب مائل ھروی نے تصحیح و توضیح کے بعد ایران سے شائع کروا دی ہے۔

یقیناً یہ خبر اہل علم کے لئے عموماً اور طریقت سہروردیہ کے عمل پیراؤں کے لئے خصوصاً خوشخبری کا باعث ہوگی۔ اس سلسلے میں آقائی نجیب مائل ھروی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ چونکہ کتاب فاؤنڈیشن کو موصول نہیں ہوئی۔ اس لئے تفصیلاً تعارف کروانا مشکل ہے۔ صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ اس کے مترجم بہ زبان فارسی حضرت معین الدین جمال بن جلال الدین محمد مشہور معلّم یزدی (م ۷۸۹ھ) تھے۔

اپیل برائے دُعا صحت

مشہور محقق حضرت قبلہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری دامت برکاتہم ایک حادثے میں زخمی ہو جانے کے بعد اتفاق ہسپتال میں داخل ہیں۔ آپ کو یہ حادثہ اس وقت پیش آیا۔ جب آپ سکوٹر سے اُتر رہے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کے کولہے کی ہڈی کو چوٹ لگ گئی۔ آپ کی شفاء کاملہ و آجلہ کی دعا کے لئے قارئین کرام سے درخواست کی جاتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو جلد از جلد صحت و تندرستی سے نوازے۔

★ سید احمد

کتابوں پر نقد و نظر

مصنفین و ناشرین ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرماویں

نام ترجمہ :- MUHAMMAD MEETS THE CREATOR

نام کتاب :- سیاح الامکان

مؤلفہ : حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی۔

مترجم : چوہدری محمد انور

صفحات : ۲۰۰

قیمت : تبلیغی مقاصد کے لئے مفت تقسیم کی جا رہی ہے۔

کاغذ : فلائنگ ۶۸ گرام (بہترین)

سائز : 23 × 36 / 16

ناشر : ادارہ سہروردیہ فی مخزن علوم اسلامیہ۔

پتہ : ۳۳ - اے نسبت روڈ لاہور۔

ادارہ سہروردیہ فی مخزن علوم اسلامیہ کی یہ پانچویں اشاعت ہے۔ اس سے پہلے مندرجہ ذیل کتب شائع کر کے تقسیم کی جا چکی ہیں۔

۱۔ مشائخین سہروردیہ ۲۔ سیاح الامکان

۳۔ دخترِ ملت ۴۔ WOMAN IN ISLAM

۵۔ زیر نظر کتاب

زیر تبصرہ کتاب حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی قدس سرہٗ کی کتاب "سیاح الامکان" کا انگریزی ترجمہ ہے۔ کتاب معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے۔ مصنفؒ نے

★ نائب مدیر "سہرورد"

معراج جسمانی ثابت فرمانے کے لئے تمام دلائل بڑے آسان انداز میں ارشاد فرمائے ہیں۔ جس کی وجہ سے قاری کو سمجھنے میں کسی قسم کی دقت محسوس نہیں ہوتی۔ انگریزی ترجمے میں مترجم جناب چوہدری محمد انور نے بھی اسی اسلوب کو مدنظر رکھا ہے۔ کتاب کے شروع میں حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی کا ایک تبصرہ بھی شامل ہے۔ ادارہ کے سربراہ اور اراکین اتنی اچھی کتاب شائع کر کے مفت تقسیم کرنے پر دعاؤں کے مستحق ہیں۔ قارئین کو بھی چاہیئے کہ وہ مفت ملی شے کی طرح کا اس سے سلوک نہ کریں بلکہ ادارہ کے اراکین کے جذبے کی قدر کرتے ہوئے اسے پڑھیں اور اس سے استفادہ حاصل کریں۔
نوٹ:۔ کتاب منگوانے کے لئے ڈاک خرچ ارسال فرمادیں)

نام کتاب : قرآنی اور مسنون دعائیں۔
تدوین وتحقیق : سید شبیر احمد و ڈاکٹر محمد علی زرقاء۔
موضوع : قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد دعائیں۔
طابع : ادارہ علم القرآن ۱۰۔ عینک محل، شاہ عالم، مارکیٹ، لاہور
قیمت : مفت تقسیم کے لئے۔

زیر نظر کتابچہ اذکار اور دعاؤں کا ایک ایسا مستند مجموعہ ہے۔ جس میں قرآن حکیم اور احادیث شریفہ میں وارد بیشتر اذکار اور دعاؤں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دعاؤں کی کتابیں تو بہت ہیں مگر ان میں اکثر کتابوں میں غیر مستند دعائیں داخل کر دی گئی ہیں۔ جن کا صرف اور صرف مقصد ناشر حضرات کا پیسہ کمانا ہوتا ہے۔

ادارہ علم القرآن تقریباً دس، پندرہ سال سے دینی کتابیں شائع کر کے مفت تقسیم کر رہا ہے اس سلسلے میں ادارہ بانی و مہتمم مکرمی محمد اسحاق غازی صاحب نے بتایا کہ اب تک تقریباً ۳۔ لاکھ روپے سے زائد کی کتابیں پاکستان اور غیر ممالک میں تقسیم کی جا چکی ہیں۔ کتاب منگوانے کے لئے ڈاک خرچ ارسال کرنا ضروری ہے۔

مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف : عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

ترجمہ : محمد سعید الرحمٰن علوی

مقدمہ : محمد مصطفی الاعظمی

پبلشر : ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ لاہور۔

صفحات : ۲۸۸

سنہ اشاعت : ۱۹۸۷ء

مغازی کا اطلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور تگ وتاز پر ہوتا ہے۔ جس کا تعلق آپ کی مدنی زندگی سے ہے۔ بعض اہم غزوات کا ذکر قرآن مجید کی مدنی سورتوں میں اچھی خاصی تفصیل سے ہوا ہے اور کتب حدیث میں تو مستقل ابواب وعنوانات کے ساتھ انتہائی شرح وبسط سے ان کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محفوظ کرنے اور انہیں ضبط تحریر میں لانے کا سلسلہ پہلی صدی ہجری یعنی عہدِ صحابہؓ ہی میں ہوگیا تھا اور ان کے بعض شاگردوں (تابعین کرام) نے انہیں سلک کتابت میں پرو دیا تھا۔ زیر تبصرہ کتاب مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو حضرت عروہ بن زبیرؓ کی سعی مشکور کا عظیم الشان نتیجہ ہے۔

ایک روائیت کے مطابق حضرت عُروہؒ ۲۲ھ کو پیدا ہوا اور ۹۳ھ کو فوت ہوئے اور دوسری روائیت کے مطابق آپ کا سنہ پیدائش ۱۹ھ اور سنہ وفات ۹۴ھ ہے۔ مقام پیدائش ووفات مدینہ منورہ ہے۔ امام ذہبی ان کے بارے میں فرماتے ہیں،

"کان عالما بالسیرۃ" (وہ سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم تھے)۔ کبار صحابہ اپنی عظمت کے باوجود فہم مسائل میں عروہ کے باب علم پر دستک دیتے تھے۔ اس ضمن میں حافظ ابن حجرؒ نے حمید بن عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا قول نقل کیا ہے۔

"لقد رایت الاکابر من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانھم لیسئلونہ"

(میں نے اکابر صحابہؓ کو عروہؓ سے مسائل دریافت کرتے دیکھا ہے)

زیر نظر کتاب اس موضوع کی اولین کتاب ہے۔ عربی کی اس سلسلے کی باقی تمام متداول و مشہور کتابیں اس کے بعد کی ہیں اور ان سب کا ماخذ و مصدر یہی کتاب ہے۔ یہ کتاب اگرچہ بہت مختصر ہے مگر اس کا اختصار متعدد تفصیلات کو اپنے دامن بیان اور دائرہ بحث میں سمیٹے ہوئے ہے۔

کتاب قلمی صورت میں محفوظ تھی۔ جسے ڈاکٹر محمد مصطفی الاعظمی (استاد حدیث نبویؐ جامعہ ریاض، سعودی عرب) نے نہایت محنت و جانفشانی سے مرتب کیا اور پندرھویں صدی ہجری کی تقریبات کے موقع پر اسے ریاض سے شائع کیا گیا۔

ڈاکٹر محمد مصطفی الاعظمی ۲۱۔ اپریل ۱۹۳۲ء کو اعظم گڑھ (یو۔ پی) میں پیدا ہوئے۔ اس کے بعد دیوبند، جامعہ الازہر قاہرہ، قطر اور کیمبرج یونیورسٹی میں تعلیم کی منزلیں طے کیں۔ ۱۳۹۳ھ سے ریاض یونیورسٹی میں استاذ الحدیث کے منصب عالی پر فائز ہیں۔ عربی، انگریزی کی ایک درجن سے زائد کتابوں کے مصنّف، مرتّب اور محشی ہیں۔ علمی قابلیت کی بناء پر انہیں فیصل ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا۔ مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مرتب کردہ کتاب ہے۔ جس کا ترجمہ محمد سعید الرحمٰن علوی نے کیا ہے۔ ایک عجمی ہونے کے باوجود انہوں نے پورا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو بہر صورت تعریف کے لائق ہے۔

اس کتاب کی چند خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں؛

- جن صحابہ کرامؓ نے جنگ بدر میں شرکت فرمائی، کتاب میں ان کے ناموں کی مکمل فہرست دی گئی ہے۔ ان کے اسماء گرامی صفحہ ۱۶۱ تا ۱۶۹ پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان میں ان صحابہؓ کے نام بھی شامل ہیں، جو بدر میں شریک نہیں ہوئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اجر کی خوشخبری دی اور انہیں غنیمت میں سے حصہ عنایت فرمایا۔
- شہدائے غزوۂ اُحد کی مکمل فہرست کتاب میں صفحہ ۱۷۹ پر دی گئی ہے۔ اس کے بعد غزوۂ حمراء الاسد کا واقعہ درج ہے۔ جس میں شرکت پر سورۂ آل عمران میں صحابہ کرامؓ

کی تحسین فرمائی گئی ہے۔

- محمد مصطفی الاعظمی نے کتاب پر ایک طویل مقدمہ تحریر کیا ہے جو اردو ترجمے کی مطبوعہ شکل میں ۸۰ صفحات پر محیط ہے۔ مقدمہ نہایت معلوماتی اور تحقیقاتی ہے۔ جس میں حضرت عروہؓ کے خاندان، اور ان کی سیاسی بصیرت اور فقہی کاوشوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں حضرت عروہؓ کے اشعار اور ان کے اقوال کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔
- زیر تبصرہ کتاب میں سیرت و مغازی کے جو جو واقعات کتب احادیث و سیر میں مذکور ہیں۔ فاضل مرتب نے متعلقہ مقامات پر حواشی میں ان کے حوالے دے دیئے ہیں۔
- مستشرقین اور استشراق زدہ لوگ سیرت و مغازی کے جن جن مقامات کو ہدف اعتراض و تنقید ٹھہراتے ہیں۔ لائق مرتب نے نہایت عمدہ الفاظ میں ان کا جواب دیا ہے۔ جس کی مثال ۹۲ صفحہ پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔
- زیر تبصرہ کتاب میں سبعہ معلقہ کے معروف شاعر لبیدؓ، جو مسلمان ہوئے تھے، کے کچھ اشعار بھی دیئے گئے ہیں جو توحید پر مبنی ہے، جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود سنا کرتے تھے اور جس کی حقیقت کو کفار کے ایک گروہ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ دو اشعار حسب ذیل ہیں:

الا کل شیئی ما خلا اللہ باطل — وکل نعیم لا محالہ زائل

سوی جنۃ الفردوس ان نعیمہا — سیبقی وان الموت لا بد نازل

(اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور جنت الفردوس کی نعمتوں کے علاوہ تمام نعمتیں زوال پذیر ہیں اور باقی رہنے والی موت ہے، جو ناگزیر ہے)

SOHARWARD

Published by:

SOHARWARDYIA FOUNDATION

115 McLeod Road, Lahore - 5

✆ 222784, 223138

"سہروردیہ فاؤنڈیشن" سلسلۂ سہروردیہ کی علمی اور ادبی کاوشات پر تحقیقات کے لئے عالمِ وجود میں آئی ہے اور سلسلۂ سہروردیہ کے ٹھوس علمی کارناموں کی شایانِ شان نشر و اشاعت کے لئے منظم طریقے سے کام کرنے کا عزم رکھتی ہے۔

ہم خیال احباب مندرجہ ذیل امور میں فاؤنڈیشن سے تعاون کر سکتے ہیں۔

✿ — کم از کم دس ضخیم جلدوں میں سلسلۂ سہروردیہ کی مکمل تاریخ احوال و آثار کو جمع کرنے کا منصوبہ ——— اس سلسلۂ کتب کا کوئی مناسب اور باوقار نام آپ کے ذہن میں آئے تو ہمیں ارسال کیجئے۔
کسی سہروردی بزرگ کے حالاتِ زندگی۔ آثار۔ نایاب تصاویر۔ یادداشتیں یا کلام آپ کے پاس ہوں تو ہم مجوزہ تاریخِ سلسلۂ سہروردیہ میں انہیں شکریہ کے ساتھ شائع کریں گے۔ کسی سہروردی بزرگ کی تحریر کا ترجمہ ——— اُردو انگریزی یا کسی بھی زبان میں آپ نے کر رکھا ہو یا اس سلسلے میں کوئی تحقیقی مضمون آپ نے تخلیق کیا ہو۔ تو سہروردیہ فاؤنڈیشن کے زیرِ اہتمام اسے زیورِ طبع سے آراستہ کرنے کے لئے ہماری خدمات حاضر ہیں۔

✿ — قدیم مخطوطاتِ سہروردیہ ——— کے زیرِ عنوان سہروردیہ سلسلے کے بزرگانِ علم و ادب کی قدیم قلمی کاوشات۔ مخطوطات اور نقوش کی ترتیب و تدوین اور اشاعت کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ آپ کے پاس اگر کوئی مخطوطہ یا قدیم نقش موجود ہو تو ہمیں ارسال فرمائیں۔ آپ کا نایاب تحفہ اشاعت تک بطورِ امانت ہماری لائبریری میں رہے گا اور اشاعتی ضروریات مکمل ہونے پر شکریہ کے ساتھ بحفاظت واپس کر دیا جائے گا۔

✿ — دنیا کی کسی بھی زبان میں لکھی ہوئی اگر کوئی ایسی کتاب آپ کی نگاہ سے گزری ہو جس میں سلسلۂ سہروردیہ کو موضوع بنایا گیا ہو تو ہمیں اس کی تفصیل سے آگاہ فرمایئے۔ تاکہ اسے حاصل کر کے اس کا اردو ترجمہ طبع کروایا جا سکے۔

✿ — فاؤنڈیشن کے ترجمان جریدے "سہرورد" کا آغاز ہو چکا ہے۔ اس کی ضخامت میں اضافہ کر کے اسے بہت جلد ایک باقاعدہ ماہنامے کی صورت دے دی جائے گی۔ اس سلسلے میں آپ کا قلمی تعاون فاؤنڈیشن کے لئے باعثِ افتخار ہو گا۔

آپ کا تعاون۔ مشاورت۔ تجاویز۔ امداد اور عطیات فاؤنڈیشن کے عظیم منصوبوں کو پایۂ تکمیل پہنچانے کے ضامن ہوں گے۔
آیئے! اس نیک کام میں فاؤنڈیشن کے شانہ بہ شانہ کام کیجئے۔
آپ کی راہنمائی ان شاء اللہ کلیدِ کامیابی ثابت ہو گی۔

مخلص:
سید اویس علی سہروردی
سکریٹری جنرل

یکے از مطبوعاتِ
سہروردیہ فاؤنڈیشن
لاہور۔ پاکستان